

THE HINDUSTANI ACADEMY.

हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय
इलाहाबाद

वर्ग संख्या.....

पुस्तक संख्या.....

क्रम संख्या..... 1190

THE HINDUSTANI ACADEMY.

Name of Book Library Science

Author Abdul Majid

Publisher Ma. Nij Press
Aligarh

Section No. _____ Library No. 94

Date of Receipt 18-9-27

سلسلہ آصفیہ

تصوف اسلام

اسلامی تصوف کا عطر، اور قدما و صوفیہ کی تصانیف پر تبصرہ

مؤلفہ

عبدالماجد

مؤلف فلسفہ جذبات، پیام امن، مکالمات برکے وغیرہ

باہتمام

مولوی مسعود علی ندوی

درمطبع معارف اعظم گڑھ پچاپ ریسڈ

قیمت نمبر ۱

دارالمصنفین اعظم گڑھ

ملنے کا پتہ :-

فہرست مضامین

صفحہ

دیباچہ

- باب (۱) کتاب اللع (شیخ ابو نصر سرنج) ۱
- باب (۲) کشف المحجوب (شیخ علی بن عثمان ہجویری) ۲۱
- باب (۳) رسالہ قشیرہ (استاد ابو القاسم قشیری) ۵۲
- باب (۴) فتوح الغیب (شیخ عبدالقادر جیلانی) ۶۸
- باب (۵) عوارف المتعاف (شیخ شہاب الدین سہروردی) ۷۹
- باب (۶) منطق الطیر (شیخ فرید الدین عطار) ۹۵
- باب (۷) لوايح (مولانا جامی) ۱۱۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دیساجہ

اسلام خدا کی طرف سے بندوں کے حق میں کامل ترین و جمع ترین پیامِ رحمت ہے، انسان کی ذہنی و عقلی، اخلاقی و معاشری، جسمانی و روحانی، تمام ضرورتوں کا کفیل اور ہر شعبہ حیات میں ترقیوں کا ضامن، خدا رسی و خدا شناسی کی تعلیم اس کا اہل مقصود تھی، اس پر اُس نے خاص طور سے زور دیا، اور اس کے ذرائع و وسائل اس نے اس جامعیت کے ساتھ بیان کیے کہ ان کسی قسم کے تغیر و ترمیم، تخفیف و اضافہ کی گنجائش نہ چھوڑی،

مسلمانوں میں ابتداء سے ایک گروہ ایسا موجود ہے جس نے تمام مقاصد دنیوی سے قطع نظر کر کے، اپنا نصب العین محض یا دِ خدا و ذکرِ الہی کو رکھا ہے، اور سلوکِ مفیدہ کے مختلف طریقوں پر عامل رہا ہے،

شروع شروع یہ گروہ دوسرے ناموں سے ملقب رہا، ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد رفتہ رفتہ اس کے مسلک کا نام مسلکِ تصوف پڑ گیا اور یہ گروہ گروہ صوفیہ کہلانے لگا، اصلاحِ تصوف، کب سے رائج ہوئی؟ اس بحث کا یہاں موقع نہیں، نہ اس لفظ سے اشتقاق اور اسکی تحقیق لغوی کو اس وقت بیان کرنا مقصود ہے، یہاں کمنا صرف یہ ہے کہ اس گروہ کے اکابر قدیم پہلے مسلمان تھے، پھر صوفی، وہ تصوف کو اسلام کے مقابل ایک جداگانہ مسلک نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اسلام کے تحت، اسی کی پاکیزہ ترین صورت کو کہتے تھے وہ اپنے اسلام کو اپنے تصوف پر مقدم رکھتے تھے، اور تصوف کو محض اس لیے عزیز و محبوب

رکھتے تھے کہ وہ انکی نظر میں اسلام کی خالص ترین و پاکیزہ ترین تعبیر تھی،

صفحات آئندہ میں بعض قدیم اکابر صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم کی اصل تصانیف کی مدد سے یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے، کہ ان حضرات کے نزدیک تصوف کا مفہوم محض اس قدر تھا، کہ اتباع کتاب و سنت میں انتہائی سعی کی جائے، اسوۂ رسول و صحابہ کو دلیل راہ رکھا جائے، اوامر و نواہی کی تعمیل کی جائے، طاعات و عبادات کو مقصود حیات سمجھا جائے، قلب کو محبت و تعلق ماسوا سے الگ کیا جائے، نفس کو خشیت الہی سے مغلوب کیا جائے، اور صفائے معاش و تزکیۂ باطن میں ہمد و سعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے پائے،

حضرت شیخ جیلانیؒ، بلکہ ان کے فریاد اختصاص، اور بانی سلسلہ سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، جنک کی تصانیف میں یہ اسلامی عنصر قائم، اور یہی رنگ غالب ہے، اس زمانہ کے بعد شیخ ابن عربیؒ کے اثر سے نظام تصوف میں فلسفیانہ عنصر کو غلبہ ہونے لگا، وحدت وجود وغیرہ کے مسائل پیدا ہونے لگے، اور فارسی شاعری کے اثر سے ان تخیلات کو اور تقویت ہوتی گئی چنانچہ ملا جامیؒ کی لولہ (جیسا کہ آگے چل کر اسی کے تبصرہ کے ذیل میں ظاہر ہوگا)، ایک اچھی خاصی فلسفیانہ تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے، تاہم نوین صدی کا یہ تصوف بھی اگرچہ ابتدائی صدیوں کے تصوف سے بہت کچھ منحرف ہو چکا تھا، ان رسم پرستیوں سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا، چنانچہ آج اکثر خائفانہوں اور درگاہوں میں تصوف کا اطلاق ہوتا ہے،

تصوف کی موجودہ منہ شدہ شکل، یونانی ادھام، ایرانی تخیلات، ہندی مراسم، اور دیگر غیر اسلامی عناصر کا ایک عجول مرکب ہے، جسکے صرف بعض جزاء اسلامی کہے جاسکتے ہیں، اور وہ بھی بڑی تلاش و دیدہ ریزی کے بعد نظر آتے ہیں، حاشا ثم حاشا، یہ اسلامی تصوف نہیں ہے شیخ ابن عربیؒ شیخ سہروردیؒ کے ہم عصر تھے،

اسلامی تصوف وہ تھا، جو خود حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، جو ابو بکر صدیقؓ، علی مرتضیٰؓ کا تھا جو سلمانؓ و ابوذرؓ کا تھا، جسکی تعلیم جنید بغدادیؒ، و رابعہ بصریؒ نے دی ہے، جسکی ہدایت شیخ جیلانیؒ و شیخ سہروردیؒ، مرشد اجمیریؒ، و محبوب دہلویؒ، خواجہ نقشبندیؒ، مجدد سرہندیؒ کرتے رہے، اور جسکی دعوت، اس دور آخر میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی زبان قلم دیتی رہی، خواجہ معین الدین اجمیریؒ، سلسلہ چشتیہ کے مسلم مقتداے بزرگ گزرے ہیں، ملفوظات مبارک کا مجموعہ دلیل العارفین کے نام سے خواجہ قطب الدین بختیارؒ کا فراہم کیا ہوا، شائع ہو چکا ہے، رسالہ مذکور اول سے آخر تک نماز عبادات کی تاکید اور اتباع سنت رسول کے فضائل سے لبریز ہے، وضو وغیرہ کے بعض معمولی سنن کی پابندی پر اتنا زور دیا گیا ہے، کہ آج اکثر لوگ فرائض میں اس کا نصف اہتمام بھی نصیب نہیں، اور اس باب میں اس سے بھی زیادہ قابل ذکر حضرت شیخ جیلانیؒ کی کتاب غیثۃ الطالبین ہے، جو شروع سے آخر تک بجائے کسی درویش و صوفی کے ایک ٹھیکہ فقیہ اور عالم تشریع کی فہمی تالیف نظر آتی ہے، اسی سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ایک اور گوہر درخشان خواجہ نظام الدین سلطان المشاہد دہلویؒ تھے، جنکے ملفوظات میں سب سے زیادہ معتبر رسالہ فواید القواد (مرتبہ امیر حسن علامہ بجنوری) اور حالات و سوانح میں رسالہ سیر الاولیاء (مرتبہ میر خواں دہلویؒ) موجود ہیں، ان رسائل کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :-

”بندہ ہمیش طلبید و فرمود کہ باید کہ مشغول پیوستہ بہ طاعت و عبادت باشی“ (ص ۲۵)

فوائد القواد (مطبوعہ نوکلشور) ”حکایت جماعت تیران افتاد...“ یکے از حاضران تکتا

کرد کہ من و تھے جائے رسیدم داین چنین ہفت کس را دیدم دو چشم در آسمان داشتہ

شب دور و تیر ماندہ مگر آنکہ وقت نماز دوری آمد، ایشان نماز می گذاردند و باز بچنان

متحیر می مانند، خواجہ ذکرہ اللہ بالآخر فرمود کہ آری انبیاء معصوم اند و اولیا محفوظ بچین بشم
کہ گفتی، اگرچہ شب و روز متحیر باشند اما نماز ایشان فوت نہ شود (ص ۱۲۱-۱۲۲)

طائفہ کہ ظاہر ایشان آراستہ باشند و باطن خراب، آن قوم متعبدان اند
طائفہ کہ باطن ایشان آراستہ باشد و ظاہر خراب، آن مجاہدین اند
طائفہ کہ ظاہر و باطن ایشان خراب باشند آن عوام اند۔ و طائفہ کہ ہم ظاہر ایشان آراستہ
باشد و ہم باطن آن مشائخ اند۔ (ص ۱۳۳-۱۳۴) و چون عمر عزیز سلطان المشائخ بہ
ہشتاد و کشید پنج وقت نماز بحجت جماعت از بالائے بام جماعت خانہ کہ عمارتے بس
رفیع است فرود آمد، و بادرویشان دعتیران کہ دران حج ملکوت حاضری شدند
نماز گذاردے، (سیر الاولیاء، ص ۱۲۲)

اکابر حقیقیہ کی ساری زندگیاں، صحیح اسلامی تصوف کا نمونہ تھیں تفصیل کسی مناسب
موقع پر بیان ہوگی،

عہد نبوت سے تقریباً ایک ہزار سال گزرنے پر شیخ احمد سرہندی پیدا ہوئے، جنہوں
نے نہ صرف سلسلہ نقشبندیہ بلکہ تمام سلاسل تصوف میں تجدید و اصلاح کا صور اس بلند آہنگی کے
ساتھ پھونکا، کہ اسکی صدائے بازگشت آج تک دنیا کے اسلام کے در و دیوار سے آرہی ہے،
شیخ موصوف کے مکتوبات کے ضخیم دفتر ملک میں شائع ہو چکے ہیں، ان میں شروع سے آخر تک
مختلف اسلوبوں اور پیرایوں میں صرف ایک ہی دعویٰ کی تکرار، صرف ایک دعوت کا اظہار
ہے، اور وہ یہی ہے، کہ صوفیہ کو عقائد و اعمال ہر شے میں کتاب و سنت ہی کو اپنا دلیل راہ
بنانا چاہئے، اور اس کے خلاف جس کسی کے بھی اقوال ہوں انہیں مردود سمجھنا چاہئے، چند
اقتباسات ملاحظہ ہوں:-

خدمت کو قبول فرمائے اور دور حاضر کے مسلمانوں کو صحیح اسلامی تصوف کے
 سمجھنے اور اس کے اختیار کرنے کی توفیق نصیب کرے،

”عبدالماجد“

دریاباد۔ بارہ بنکی،

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ



باب (۱)

کتاب اللع

(شیخ ابوالنصر سراج)

مسلکہ کی پہلی قسط میں کتاب اللع کو پیش کیا جاتا ہے جو عربی زبان میں تصوف کے موجود و معلوم، مستند ذخیرہ میں سب سے قدیم کتاب ہے، مصنف کا نام شیخ ابوالنصر سراج بلخون کا سال وفات ۷۳۳ھ ہے، یہ علم نہیں کہ وفات سے کتنے سال پہلے یہ کتاب تحریر کی، تصنیف کے خصوصیات دریافت کرنے سے قبل، مصنف کی شخصیت سے نیاز حاصل کر لینا بہتر ہوگا،

(۱) مصنف

پورا نام عبداللہ بن علی بن محمد بن یحییٰ ابوالنصر سراج تھا، وطن طوس تھا، مرقد بھی یہیں ہے، لقب طاووس الفقرا تھا، آباد اجداد و رہبرین خاص شہرت رکھتے تھے، خود سراج علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، وہابی اپنی تاریخ الاسلام میں علامہ عبدالرحمن سلمیٰ کی تاریخ الصوفیہ کی سند سے لکھتے ہیں: قال سلمیٰ کان ابوالنصر من اعداء الزهاد دکان المنظر، الیہ فی ناحیة فی الفتحة لسان القوم مع الاستظہار لبلع النعمان

بلع بہستار حضرت بنیہ بغدادی کے زمانہ تصوف کی اس حد کے جس کے وجود میں نہ تھا، بلخون نے یہاں پر ایک حد تک

طبع کر کے شائقین کے ہاتھوں تک پہنچایا جاوے گا، نفاذ الانس، جامی، صفحہ ۳۱۹ (مطبوعہ کلکتہ، ۱۳۱۹ھ)

و بنو خفیه مشایخہم الیوم

شیخ فرید الدین عطار کہتے ہیں، ”ورفون علم کمال بود“

اساتذہ میں جنفر اعلیٰ، ابوبکر محمد بن واو، الدقی، واحمد بن محمد ساج کے نام قابل ذکر ہیں، بیعت ابوجعفر نعش سے تھی، مولانا جامی وغیرہ متعدد مذکرہ نویسوں نے سری سقطی و سہل ترمذی سے ملاقات کا بیان کیا ہے، لیکن پروفیسر نکلسن کی تحقیق میں یہ روایت قطعاً غلط ہے،

تصوف پر متعدد کتابیں تصنیف کیں، لیکن آج بجز کتاب اللغ کے اور کوئی موجود نہیں، بلکہ اون کے نام تک بھی مرٹ گئے ہیں،

تصوف میں جو بلند مرتبہ رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ جیسے علم شیخ الشیوخ ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں، ”آن عالم عارف، آن حاکم خائف، آن امین زمرہ کبر، آن نیکین حلقہ فقر، آن زبدہ امشاج، شیخ وقت ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، ان کے برحق بود و یگانہ مطلق متعین و متمکن، و اور اطوار اس الفقر اگفتہ سے، صفت و نعمت او نہ چند ان است

کہ در قلم و بیان آید و یا در عبارت و زبان گنجد، و ورفون علم کمال بود، و در ریاضت و معاملات شانے عظیم داشت، و در حال و قال و شرح و ادب بہ کلمات مشایخ آیتہ بود“

اس قسم کے الفاظ مختصر مولانا جامی وغیرہ نے بھی استعمال کیے ہیں، ان کے چند ارشادات جو تذکروں میں محفوظ رکھے ہیں، ان کے بھی اہل ذوق مرتبہ کمال کا اندازہ کر سکتے ہیں،

فرماتے تھے ”عشق اس آگ کا نام ہے، جو عاشقوں کے دل اور سینے میں جلتی رہتی ہے، اور خدا کے

لہ یہ پوری عبارت پروفیسر نکلسن کے مقدمہ کتاب اللغ سے منقول ہے، لہ نغمات جامی نکلسن کے نزدیک یہ روایت مشتبہ ہے، لہ نغمات الانس جامی، و سفینۃ الاولیاء و دار الشکوہ، صفحہ ۱۵۲ (نو لکھنؤ)، لہ تذکرۃ الاولیاء، عطار صفحہ ۲۲ جلد ۱ طبع یورپ) لہ مقدمہ کتاب اللغ،

عرض کیا حضور والا یہ کیا ماجرا ہو، ہم تو سمجھ رہے تھے کہ سارا چہرہ جل گیا ہوگا، ارشاد ہوا کہ جس نے ورگاہ اتھی پراچی آبرو دیدی، اُس نے چہرہ کو آگ نہیں جلا سکتی۔

ایک روایت مشہور کے مطابق وفات سے قبل فرمایا کہ جس میت کو میرے مزار کے سامنے سے لیکر نکلیں گے، اس کی منفرت ہو جائیگی، چنانچہ طوس میں اب تک یہ دستور چلا آتا ہے، کہ ہر جنازے کو پیشتر آپ کے مزار پر لاتے ہیں،

(۲) تصنیف

آج سے چند سال قبل دنیا کتاب اللہ کے صرف نام سے پہچانے ہوئے نسخہ ۱۹۰۹ء میں انگلستان کے نامور مستشرق ڈاکٹر گلسن نے جو کیمبرج میں فارسی زبان کے پروفیسر ہیں، اور کتب تصوف سے ذوق نہیں، عشق رکھتے ہیں، اس کے دو قلمی نسخہ دریافت کیے، ایک نسخہ ایک انگریز مشرکین کے پاس نکلا، اور دوسرا انگلستان کے مشہور و معروف کتب خانہ برٹش میوزیم کو کہیں سے ہاتھ لگ گیا تھا، پہلا نسخہ ۱۹۰۹ء ورق کی ضخامت رکھتا ہے، اور صاف و خوشنما خط میں احمد بن محمد الظاہری کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، ختم کتابت کی تاریخ ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۵۰ھ (مطابق ۲۶ جون ۱۸۳۴ء) درج ہے، جس نسخہ سے یہ نسخہ نقل کیا گیا ہے، اس کی تاریخ اس نسخہ پر ۱۲ شعبان ۱۲۵۰ھ (مطابق ۱۵ اپریل ۱۸۳۴ء) درج ہے، مختلف اشخاص کے حواشی بھی اس نسخہ پر موجود ہیں، یہ نسخہ کسی قدر کرم خوردہ ہے، جس سے جا بجا خوشی اڑ گئے ہیں، اور ایک جگہ مسلسل دس بندرہ ورق غائب ہو گئے ہیں، جس کے باعث مسلم پانچ ابواب اور چھٹے باب کے ابتدائی جز سے دنیا محروم ہو گئی ہے، دوسرا نسخہ ملوکہ برٹش میوزیم بہت بدخط کرم خوردہ اور ناقص ہے تاہم اس کا زمانہ کتابت بہ مقابلہ نسخہ اول کے زمانہ مصنف سے قریب تر ہے، اس پر زمانہ کتابت جمادی الثانی ۱۲۵۰ھ (مطابق اگست و ستمبر ۱۸۳۴ء) درج ہے،

سہ تذکرۃ الاولیاء، نفحات الانس، سفینۃ الاولیاء، سلفہ ایضاً،

پانچ برس کی جانفشانی و ودیدہ ریزی کے بعد پروفیسر نکلسن نے ان دونوں نسخوں کے مقابلہ کے بعد اصل کتاب کو غایت صحت و اہتمام کے ساتھ ۱۹۱۵ء میں شائع کروایا، اور اس پر اشیاء،
ذیل کا اضافہ کیا،

(۱) شروع میں نہایت مفصل فہرست مضامین دی،

(۲) آخر میں نہایت مبسوط فہرست رجال و نساء، اماکن و قبائل، و کتب وغیرہ مندرجہ
ذکورہ بہ متن شامل کی،

(۳) فٹ نوٹ (حواشی ذیلی) بہت کثرت سے دیئے، و دونوں نسخوں میں جو اختلاف پائے
جاتے ہیں، ان کے جزئیات تک کو ان حواشی میں درج کروایا،

(۴) ساری کتاب کا مختص ترجمہ انگریزی میں کر کے شامل کیا،

(۵) مصنف نے جو غریب و نامانوس الفاظ استعمال کیے ہیں، ان کی مفصل فرہنگ دی،
اور انگریزی میں ان کے معانی کو مل کیا،

(۶) فہرست مضامین انگریزی میں بھی دی،

(۷) جن اسماء و اعلام سے متعلق کوئی اہم بحث کتاب اور اس کے انگریزی خلاصہ میں موجود نہ
اون کی بھی مفصل فہرست انگریزی میں شامل کی،

(۸) انگریزی مقدمہ میں مصنف، تصنیف، اور موضوع تصنیف کو روشناس کیا،

(۹) ان چالیس صوفیہ کرام کی فہرست جن کی شخصیت یا جن کی تعانیف سے شیخ متراج نے

استفادہ کیا، مع ضروری تصریحات کے انگریزی میں شامل کی،

(۱۰) شیخ نے بہت سے ایسے صوفیہ کا تذکرہ کیا، جن کا نام دوسری کتابوں میں بالکل نہیں

آیا، یا ناورد آ یا، اس قسم کے ایک سو بیس صوفیہ کرام کی فہرست مع ان کے حالات کے جو ان تک

معلوم ہو سکے انگریزی میں مرچ کی،

ان کے علاوہ اور بھی متعدد اضافہ کئے، ان خصوصیات معنوی کے پہلو بہ پہلو نہایت اعلیٰ کاغذ اور حسن طباعت کے جملہ لوازم کے ساتھ یہ کتاب شائقین کے ہاتھوں تک پہنچ رہی ہے، کتاب کا پورا نام کتاب اللع فی التصوف ہے، ملا جامی کی نفحات الانس میں اس کا املا کتاب اللعہ درج ہے، لیکن اور ہر کتاب میں اس کا املا بجائے اللعہ کے اللع ملتا ہے، اور نکلسن نے بھی اسی کو قائم رکھا ہے، متن کتاب کی ضخامت ۳۶ صفحہ کی ہے، مقدمہ مصنف چالیس صفحہ تک آیا ہے، جو اس قسم کے مباحث پر شامل ہے، باب البیان فی علم التصوف، باب فی نعت طبقات اصحاب الحدیث، باب الكشف عن اسم لصفویہ، باب اثبات علم الباطن، باب التصوف ما ہو، باب صفة الصوفیہ ومن اہم، باب التوحید صفة الواحد، اس کے بعد منطقی ترتیب کی پابندی کے ساتھ کتاب حسب ذیل حصوں میں تقسیم ہے،

(۱) کتاب الاحوال والمقامات، اس کے ماتحت مقامات، احوال اور ان کے حقائق میں سے ہر شے پر الگ الگ ایک ایک باب میں بحث کی گئی ہے، مثلاً باب مقام التوبہ، باب مقام الورع، باب مقام الزہد، باب مقام الصبر، باب مقام التوکل، باب حال الخوف، باب حال المحبت، باب حال الشوق، باب حال المشاہدہ، باب حال الیقین، قس علی ہذا،

(۲) کتاب اہل الصفوۃ فی الفہم والاتباع کتاب اللہ، اس کے تحت میں اس قسم کے بواب ہیں

باب المواقفہ کتاب اللہ، باب ذکر تفاوت المستمعین خطاب اللہ تعالیٰ و درجہ اہم فی قلوب

الخطاب، باب وصفت ارباب القلوب فی فہم القرآن، باب ذکر السالکین والمقربین والابرار من طریق الفہم والاتباع وغیرہ

(۳) کتاب الاسوۃ والافتادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تحت فی البواب کے عنوانات اس قبیل کے

ہیں، باب وصفت اہل الصفوۃ فی الفہم والمواقفہ والاتباع للنبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فی اخلاقہ وافعالہ وحوالہ للنبی اختیار اللہ تعالیٰ باب ما ذکر عن المشایخ فی اتباعہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک

(۴) کتاب المستنبطات، اتباع قرآن وحدیث کے بعد ترتیباً انھیں احکام وشعائر کا ذکر آنا چاہیئے، جہان پر متفرع اور ان سے مستنبط ہوتے ہیں، اپنا نچر عین اسی فطری ترتیب کے مطابق چوتھے نمبر پر یہ حصہ ملتا ہے، اس کے ذیل میں اس قسم کے مباحث مندرج ہیں، باب مذہب اہل الصلوٰۃ فی المستنبطات الصمیمہ فی فہم القرآن والحیث، باب فی کیفیت الاختلاف فی مستنبطات اہل الحقیقۃ فی منہی علومہم وادبہم، باب فی مستنبطاتہم فی معانی اخبار مرویہ عن رسول اللہ صلعم من طریق الاستنباط والفقہ (۵) کتاب الصحابہ رضوان اللہ عنہم، قدیم صوفیہ کرام اتباع سنت نبوی کے بعد آٹھ اصحاب کی پیروی اپنے لیے باعث افتخار سمجھتے تھے، اسلئے قدرۃ ایک مستقل حصہ اون کی مذہب، اس کے ذیلی ابواب میں خلفاء، اربعہ پر، اصحاب صفہ پر اور عام اصحاب نبوی پر الگ الگ عنوان کے تحت میں گفتگو کی ہے، (۶) کتاب آداب المتصوفہ، اس کے تحتانی ابواب کے چند عنوانات یہ ہیں، باب آدابہم فی وضوء والطہارۃ، باب فی ذکر آدابہم فی الصلوٰۃ، باب ذکر آدابہم فی الزکوٰۃ والصدقات، باب فی ذکر الصوم وادابہم فیہ، باب ذکر آدابہم فی الحج، باب فی ذکر آداب الفقراء بعضہم مع بعض، باب ذکر آدابہم فی الصیئۃ باب ذکر آدابہم عند مجارۃ العلم، باب ما ذکر من آدابہم فی وقت الطعام، باب فی ذکر آدابہم فی وقت السماع والوجود، باب فی ذکر آدابہم فی اللباس، باب فی ذکر آدابہم عند الموت، (۷) کتاب المسائل واختلاف ائمائہم فی الاجوبۃ اس حصہ میں صوفیہ کرام کی زبان سے ان سوالات کے جوابات دئے ہیں، جسکا حل کرنا فقہاء وعلما ظاہر کیلئے دشوار ہے، مثلاً جمع وتفرق مسئلہ فنا وبقا، مسئلہ صدق، مسئلہ اختلاف مسئلہ ذکر، مسئلہ روم، وغیرہ اس حصہ کو مختلف ابواب میں تقسیم نہیں کیا ہے، (۸) کتاب الملکاتبات، الصدور والاشعار والدعوات والرسائل اس حصہ میں جیسا کہ اس کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے، حضرات صوفیہ کے مکتوبات، رسائل، اشعار، دعوات، وصایا کا ذکر کیا ہے اور ہر ایک کو ایک علیحدہ باب میں لکھا ہے، (۹) کتاب السماع، صوفیہ وعلما ظاہر کے درمیان اور خود صوفیہ میں باہم ایک اہم اختلافی موضوع

مسئلہ سماع ہو، یہ حصہ اس مسئلہ کی توضیح و تشریح کے لیے وقف ہو، اس کے تحت چند ابواب کے
 عنوانات یہ ہیں، باب فی حسن الصوت والسمع و تفاوت المستمعین، باب فی وصف سماع العامة
 و اباحتہ ذلک، باب فی وصف سماع الخاصة و دلفاضلہم فی ذلک، باب فی ذکر طبقات
 المستمعین، باب فی وصف سماع المریدین و المبتدئین، باب فی وصف خصوص النصوص و اہل الکمال
 فی السماع،

(۱۰) کتاب الوجد، اس حصہ کے مباحث کا اندازہ ابواب تثنائی کے ان عنوانات سے ہوگا،
 باب فی ذکر اختلافہم فی ماہیۃ الوجد، باب فی صفات الواجدین، باب فی ذکر تواجدا المتماثلین الصاویقین،
 باب فی الواجد الساکن و الواجد المتحرک و قس علی ہذا،

(۱۱) کتاب اثبات الآیات و الکرامات۔ کرامات اولیاء کا مفہوم صحیح، ان کے اثبات کے دلائل،
 معجزات انبیاء سے انکافرق، یہ سب مباحث بھی ضروری تھے، جو اس حصہ میں آگئے ہیں، عنوانات
 ابواب کا نمونہ یہ ہے، باب فی معانی الآیات و الکرامات، فی الادلۃ علی اثبات الکرامات للادلیا، باب
 فی ذکر مقامات اہل الخصوص و الکرامات،

(۱۲) کتاب البیان عن المشكلات، اس حصہ میں کل دو باب ہیں، پہلے باب میں ان الفاظ کو
 جمع کر دیا ہو، جو صوفیہ کی زبان میں مخصوص اصطلاحی معنی رکھتے ہیں، مثلاً حال، مقام، مکان، وقت
 مشاہدہ، سیر، کشف، فنا، بقا، توحید، تجرید وغیرہ اور باب دوم میں ان اصطلاحات کی تشریح کی ہے،

(۱۳) کتاب تفسیر الشطیات و الکلمات التی ظاہرہا مستشفع و باطنہا صحیح مستقیم، یہ کتاب کا
 آخری حصہ ہے، جو پوری تفصیل سے لکھا گیا ہے، اس میں شطیات صوفیہ کی توجیہ و توضیح ہے، نیز ان غلط
 فہموں کی اصلاح جن میں اکثر علماء ظاہر و صوفیہ ناقص مبتلا رہتے ہیں، چند ابواب کے عنوانات
 یہ ہیں، باب فی معنی الشطی، باب تفسیر العلوم و بیان ما یشکل علی فہم العلماء من علوم الخاصة و تصحیح ذلک

بالحجۃ، باب فی کلمات غلطیات حکمی عن ابی بزرگ، باب فی ذکر ابی الحسین النوری، باب فی ذکر من غلط من المترسین بالتصوف ومن ینقع الغلط وکیف وجوہ ذلک، باب فی ذکر من غلط فی الاحوال، باب فی ذکر من غلط فی النبوت والولایت، باب فی ذکر من غلط فی فناء البشریۃ، باب فی ذکر من غلط فی الانوار، باب فی ذکر من غلط فی الروح وغیرہ،

ان عنوانات پر نظر کرنے سے معلوم ہوا ہوگا، کہ تصوف سے متعلق جتنے ضروری پہلوئیں سکتے ہیں، مصنف نے ان میں سے کسی کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیا، ہر ضروری شعبہ کو لیا، اور اس پر تفصیل تحقیق کے ساتھ اظہار خیال کیا، حضرت مصنف کی زبان میں بھی خاص سلاست و سادگی ہے، اس لئے جو اشخاص عربی زبان سے بہت ہی سرسری واقفیت رکھتے ہیں، وہ بھی مستفید ہو سکتے ہیں، ذیل میں کتاب کے مختلف مقامات سے چند اقتباسات دیئے جاتے ہیں جن سے نوعیت و مرتبہ تصنیف کا پورا اندازہ ہو سکیگا،

ایک غیر صوفی کے دل میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ خود تصوف کیا شے ہے، اور آیا خود اسلام نے صوفیہ کو کوئی مرتبہ دیا ہے، حضرت مصنف اس کے جواب میں کہتے ہیں، کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید (سورہ آل عمران - آیت ۹۸)

ثم ذکر اللہ تعالیٰ افضل المؤمنین عند	میں تمام مؤمنین سے بلند و برتر مرتبہ ان کا رکھا ہے، جو اولو علم
درجۃ واعلاہم فی الدین رتبۃ خذکم	اور قائم بالقسط ہیں، اور لاکھ کے بعد انھیں کا ذکر کیا ہے،
بعد ملکۃ و شہد علی شہادۃ جمہلہ	اور اپنی توحید پر خود اپنی اور اپنے لاکھ کے بعد انھیں کی شہادت
بالوحدانیۃ بعد ما بدّٰ بنفسہ و شفی	پیش کی ہے، اور حضور سرور کائنات صلی علیہ وسلم نے بھی علما کو جانشین
ملائکہ فقال عز وجل شہد اللہ ثلثہ	امبارا ارشاد فرمایا ہے، سو یہ القاب میرے خیال میں ان
لا الہ الاہوں و الملئکۃ و اولو العلم	لوگوں کے حق میں داد و ہیں، جو کتاب اللہ کا سر شستہ

قَامًا بَانَقِطَ وَرَوَى عَنْ ابْنِ مَلِيحٍ

مضبوط تھا منے والے اور رسول کریم کی متابعت کے

انه قال العلماء ورثه الانبياء وعنده

پورے کو شان، اور صحابہ و تابعین کے نقش قدم پر چلنے والے

والله اعلم ان اولى العلم القامنين

اور خدا کے اولیاء متبعین کی راہ اختیار کرنے والے ہیں،

بِالْقِسْطِ الَّذِينَ هُمْ وَرَثَةُ الْآلِ

ایسے اشخاص کو طبقات سہ گانہ میں رکھا جاسکتا ہے،

نبیاءہم المعتصرون بکتاب اللہ

ایک طبقہ اربابِ حدیث کا ہے دوسرا فقہاء کا اور

تعالى المجتهدون في متالعة

نیسرا طبقہ صوفیائے کرام کا، پس ہی طہقات ثلثہ

رسول الله صلعم المقدون بالصفا

اولو العلم، قایمین بالقسط، اور وارثین انبار کھیں

وَالْبَاقِيْنَ السَّالِكِيْنَ سَبِيْلِ اَوْلِيَاءِ -

خانہ کے مستحقین

فمن أصحاب الحديث والفقهاء والصالحين في الآلة الثالثة الأصناف من أدلة القاب القسط للدم

بہت سے اُمور صوفیہ اور اصحاب حدیث و فقہاء کے درمیان مشترک ہیں، مثلاً جو معتقدات

دن کے ہیں، دسی ان کے بھی ہیں، امتناع کتاب اللہ و سنت نبوی وہ اور یہ دونوں ان کے لئے واجب

محققین، علوم و فنون سے جس طرح وہ کام لیتے ہیں، اسی طرح کام لیتے ہیں،

فانهم من ذوات القوة الى ذوات القوة

سنگ مرمری از شیراز که در صحنه اقامت است

تَوَاتُرًا بِأَلْفِ شَهَادَةٍ وَمِنَازِلَ دَفْعِهِ وَهَرَمُهُ

١٠٠

[illegible]

کتابت: ۱۰۰۰

سارے کے ہیں، وہاں بہت عداوتیں اور اسبابِ بوجہ ہیں

کے لئے ہیں، وہ ان کے لئے ہیں، وہ ان کے لئے ہیں

۱۰۰

جَمَاعَةُ الْمُفَقِّهَاءِ وَأَصْحَابِ الْحَدِيثِ (رَفِئ)

صوفیہ نے امتیازی خصوصیات، جن میں دوسرے طبقات اول کے ساتھ ترکیک نہیں،

رے طبقات اون کے ساتھ ترکیک ہیں ،

سب ذیل میں، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اون کی توحید بالکل خالص دے آمیز ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ

وہ مزارات و اصحاب مزارات سے حاجت روائی کرتے ہیں،

فادول شیعی من التخصیص للصوفیہ صوفیہ خدا پر نظر رکھتے ہیں، ان کا مقصد و مطلوب

ترك ما لا ینہم و قطع علی علاقۃ تل تاتر خدا ہی ہوتا ہے، ماسوائے اور لا یعنی مثال

بدینہم ین مطلبہم و مقصودہم اذلیس لہم سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا،

مطلب لا مقصود غیر اللہ تعالیٰ،

اس کا لازمی اثر اذن کی زندگی پر یہ پڑتا ہے کہ

من ذلك القناعة لقلیل الدینا عن کثیرہا و وہ قناعت کو اپنا شیوہ بنالیتے ہیں، قلیل کو کثیر پر

لا کفایہ بالقنۃ الذی لا بد منہ و لا خصا علی ترشح دیتے ہیں، غذا، لباس اور ہر قسم کے سامان

ما لا بد منہ من مہنۃ الدینا من الملبوس دنیوی سے صرف محتاج کو اختیار کرتے ہیں،

و المقروض و الماکول و غیر ذلک و اختیار اور بجائے تو گری کے ننگ سٹی بجائے میری کے

الفقر علی العنا و معالفة العلتہ و معجانہ اللہ گرسنگی بجائے افراط کے فطرت بجائے جاہ و ترفع

و یناد الجوع علی الشبع و العقل علی الکثیر و تذک کے تواضع و انکسار، چھوٹے بڑے کے مقابلہ میں

العدل و الترفع و بذل الجاہ و المسفقۃ علی الخفی اپنے لئے پسند کرتے ہیں،

و التواضع للصغیر و الکبیر (ص)

و حقن الظن باللہ و لا خلاص فی المسابقہ خدا سے حسن ظن رکھتے ہیں تمام علاقوں و اسباب

الی الطاعۃ و المسادعۃ الی جمیع الخیرات سے قطع نظر کر کے صرف اسی پر تکیہ رکھتے ہیں، کیون

و التوجہ الی اللہ تعالیٰ و الانقطاع الیہ اللہ اور طاعتوں کی جانب خلوص نیت کے ساتھ یقینی

علی بلائہ و الرضا عن قضایہ و الصبر علی و تیز روی کرتے ہیں، بلائے آگہی پر صابر اور

دوام المجاہدۃ المخالفۃ للہ و معجانہ قضاے آگہی پر راضی رہتے ہیں، مجاہدہ و مخالفت

خطوط النفس والمخالفة لها اذ وصفها
 الله تعالى اماراة بالسوء والنظر لهما بانها
 اعدت عدوك التي بين جنبك كما ذكر
 عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (ص ۱۲۰)

خدا ہر نفس میں مشغول رہتے ہیں، اور اس کو یاد
 رکھتے ہیں کہ کلام پاک میں نفس کو مارہ بالسوء سے
 تعبیر کیا گیا ہے، اور حدیث نبوی میں ارشاد ہوا ہے
 کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اس کے دل کو
 پہلوؤں کے درمیان ہو،

غرض ان کے تمام اوصاف و اخلاق سنت نبوی و آثار صحابہ کی مطابقت میں ہوتے ہیں، اور
 موجودہ پیرزادوں کے شایانہ طرز معاشرت سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی،
 منکرین تصوف کا ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن و حدیث میں نہ کہیں صوفیہ کا ذکر آیا ہو، نہ تصوف کا
 اس لئے اس مسلک کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا، لیکن حضرت مصنف جس تصوف کے قائل
 ہیں، کلام مجید اس کے ذکر سے بھر پڑا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں بکثرت ایسے الفاظ و عبارات
 موجود ہیں جن سے اہل تصوف ہی مراد ہیں، مثلاً صادقین، صادقات، قائمین، قائمات، عاشعین
 موقنین، مخلصین، محسنین، خائفین، و طہین، عابدین، صابرین، راضین، متوکلین، مجتہدین، اولیاء
 مصطفین، مجتہدین، ابرار، مقربین، سابقین، مقصدین، مسارعین الی الخیرات، نیز مشاہدین،
 (مثلاً اذ القی السمسم وهو شهید) اور طہینین (مثلاً الا بذکر اللہ تطمئن القلوب) اسی
 طرح متعدد احادیث میں بھی اسی طاقتہ عالیہ کی جانب اشارات ہیں، مثلاً

یہ حدیث کہ ان من امتی مکملون و محدثان دان عمر منهم

یابہ کہ

یدخل بشفاعۃ رجل من امتی الجنة مثل رابعہ و مضی یقال لہ اولی فی قرنی

یا پھر یہ کہ

يَدْخُلُ مِنْ أَمْتِي الْجَنَّةَ سَبْعُونَ أَلْفًا بِحَسَابِ قِيلٍ مِنْ هُمْ يَأْتِي رَسُولُ اللَّهِ

قَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَلْتَقُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَعَلَى رِجْلَيْهِمَا عِلْدَانُ مِنْ

معتزضین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ عہد رسالت میں کوئی شخص صوفی کے لقب سے یاد نہیں کیا جاتا تھا، اور یہ اصطلاح بہت بعد کو ایجاد ہوئی ہے، اس لئے اسے کوئی مذہبی وقعت نہیں دی جاسکتی، مصنف نے اس کا نہایت معقول و محسب جواب یہ دیا ہے،

فَقَوْلُ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقَ الصَّحْبَةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّمَ لَهَا حُرْمَةً وَتَخْصِصَ مِنْ شَمْلَةِ ذَلِكَ
فَلَا يَجِزُ أَنْ يُلْقَى عَلَيْهِ اسْمُهُ عَلَى أَنَّهُ اشْتَرَفَ
مِنْ صَحْبَةٍ وَذَلِكَ لِشَرَفِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
وَحُرْمَةِ الْآتِرِ الْفَضْلِ أَيْمَةً الْمَنَاقِبِ وَالْعِبَادِ
وَالْمُتَوَكِّلِينَ وَالْفُقَرَاءَ وَالْمُرَاضِينَ وَالصَّابِرِينَ
وَالْمُجْتَهِدِينَ وَغَيْرَ ذَلِكَ وَمَا نَالُوا جَمِيعًا مَا نَالُوا
الْإِسْبْرَاطَ الصَّحْبَةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
إِلَى الصَّحْبَةِ الَّتِي هِيَ أَجَلُ الْأَحْوَالِ اسْتِمَالِ أَنْ
لِفَضْلِ الْفَضِيلَةِ غَيْرِ الصَّحْبَةِ الَّتِي هِيَ أَجَلُ الْأَحْوَالِ
کہ اصحاب رسول کے لئے کوئی دوسرا تعظیمی لفظ مستعمل
ہو ہی نہیں سکتا تھا، اس لئے کہ ان کے جتنے بھی فضائل
تھے، سب سے اشرف و اعظم ان کی فضیلت صحابیت
تھی، کہ صحبت رسول تمام بزرگیوں اور فضیلتوں سے بزرگ
ہو، ان کا زہد، فقر، توکل، عبادت، صبر و رضا، غرض
جو کچھ بھی ان کے فضائل تھے، ان سب پر ان کا شرف
صحابیت غالب تھا، پس جب کسی شخص کو لفظ صحابی
ملقب کر دیا گیا تو اس کے فضائل کی انتہا ہو گئی اور
کوئی محل ہی نہیں باقی رہا، کہ اسے صوفی یا کسی دوسرے
تعظیمی لفظ سے یاد کیا جاوے،

باقی رہا یہ کہنا، کہ یہ اصطلاح بعد اویوں کی رائج کردہ، اور متاخرین کی اختراع ہے، مصنف کی
تحقیق میں یہ قول بالکل غلط ہے، اس لئے کہ،
وَمَا قُلُ الْقَائِلِ أَنْدَاسُ مُحَمَّدٌ شَأْنُهُ أَلَا بَعْدَ ذَلِكَ
لَا فِي وَقْتِ الْحَسَنِ الْبَصَرِ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ
یہ لفظ حسن بصری کے زمانہ میں رائج تھا، دراصل انہوں نے
حسن بصری کا زمانہ بعض صحابیوں کی معاشرت کا

يعرف هذا الاسم كان الحسن قد اذبح جانينهما
چنانچہ ان کے اور سفیان ثوری کے اقوال میں یہ لفظ

صوفی استعمال ہوا ہے،

س رسول الله صلعم الخ

بلکہ کتاب اخبار کہہ کی ایک روایت کے بموجب یہ لفظ عہد اسلام سے پیشتر بھی رائج تھا (۲۲)
زمانہ محال کے مشائخ طریقت، جو قیود شریعت سے آزاد و رہنما اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں،
انہیں یہ سنگ حیرت دیا یو سی ہوگی، کہ قدام صوفیہ کے نزدیک، طریقت شریعت میں مطلق مخالف نہ تھا،
بلکہ شریعت ہی کی تکمیل کا نام طریقت تھا، حضرت مولف فرماتے ہیں، کہ علم کی دو قسمیں ہیں، ظاہری
و باطنی، جب تک اس کا تعلق زبان و اعضا سے ہے، اسے علم ظاہری سے تعبیر کریں گے، اسی کا نام علم
شریعت ہے، مثلاً عبادات میں طہارت، نماز، زکوٰۃ، حج، وغیرہ یا احکام میں طلاق، ذرائع، قصاص
وغیرہ، جب اس کا اثر ظاہر سے گزر کر قلب باطن تک محیط ہو جاتا ہے، تو اسی کو علم باطن و طریقت سے
موسوم کرتے ہیں، اور یہاں عبادات و احکام کے بجائے مقامات و احوال کی اصطلاحیں رائج ہیں،
مثلاً تصدیق، ایمان، اخلاص، صبر، تقویٰ، توکل، محبت، شوق، وغیرہ، خود کلام مجید میں
نعمتوں کی ظاہری و باطنی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں،

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً (نہایت ۲۰)

دنیا میں ہر شے کا ایک ظاہری پہلو ہے، اور ایک باطنی، قرآن کا ایک ظاہر ہے، ایک باطن، حدیث کا
ایک ظاہر ہے، ایک باطن، کتاب اللہ و سنت رسول کے اسی باطنی پہلو کا نام طریقت ہے، طریقت
کتاب اللہ و سنت رسول سے الگ کوئی شے نہیں، بلکہ انہیں کے مغز و باطن کا نام ہے (۲۵-۲۶)

لفظ "تصوف" اور "صوفی" کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں مولف علام نے مختلف اقوال
نقل کر دیے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ صوفی مراد اصل صغوی تھا، یہ لفظ ذرا ثقیل تھا، اکثریت استعمال سے
زبانوں پر صوفی رہ گیا، ابو الحسن قنات کا خیال تھا کہ صوفی "صفا" سے مشتق ہے، اور اس کا اطلاق

اہل صفہ پر ہوتا ہو، ایک اور بزرگ کا مقولہ ہے، جو لوگ کہ ورت بشریت سے پاک و صاف کر دیئے گئے، وہ صوفی کہلانے لگے، ایک اور بزرگ کی رائے میں ان لوگوں کا لباس انبیاء علیہم السلام کی تقلید میں صوف (پشمینہ) کا ہوتا تھا، اس لیے یہ صوفیہ کہلانے لگے، ایک اور گروہ اس طرف گیا ہے کہ اصحاب صفہ کے باقیات صالحات صوفی کے لقب سے موسوم ہوئے، و قس علیٰ ہذا، متقدمین کے نزدیک انہم و اتباع احکام قرآنی کے بعد سب سے زیادہ اہم و مقدم شیء اتباع سنت نبوی تھی، حضرت جنیدؒ فرماتے تھے، کہ ہمارے سارے علم احادیث نبوی کا بچوڑ ہے، قرآن میں اتباع سنت نبوی کا صاف الفاظ میں حکم آیا ہے، وان تطیعوا تعبدوا (نورایت ۵۴) ابو عثمان سعید الحیرمی کا مقولہ تھا، کہ جو شخص سنت نبوی کو تو لا و فعلہ اپنے اوپر حکم بنائے اس کی بات ہمیشہ حکمت سے لبریز نکلتی گی، حضرت بائزید بسطامیؒ نے خدا سے دعا کرنا چاہی کہ اگر سنگی و شہوت کی آفت سے ہمیشہ محفوظ رہیں، کہ معانین یہ خیال آلیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے ایسی دعا مانگی تو میں کیونکر کر سکتا ہوں، یہ خیال کر کے وہ اس دعا سے باز رہے، اس احترام مرتبہ رسالت کا صلہ انھیں یہ ملا، کہ عورت کی خواہش بالکل ہی اون کے دل سے جاتی رہی، ذوالنون مصرمی کا مقولہ تھا کہ خدا کو خود دین نے خدا کے ذریعہ سے پہچانا اور باقی سب کو رسول کے ذریعہ سے، سہل بن عبد اللہ تستریؒ فرماتے تھے، کہ جس وجہ کی شہادت کتاب اللہ و سنت رسولؐ نہ دین وہ باطل ہے، اور اسی کے قریب قریب قول ابو عثمانی دارانی کا ہے، حضرت شبلیؒ مرض الموت میں مبتلا تھے، نزع کا وقت تھا، گویائی کی طاقت جواب دے چکی تھی، ایک خادم وضو کر رہا تھا، ڈاڑھی میں خلل کرانا بھول گیا، شبلیؒ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر ڈاڑھی میں خلل کرائی کہ سنت رسولؐ کا کوئی جزو فروگزاشت نہ ہونے پائے، (ص ۱۰۲ و ۱۰۳)

مسائل تصوف تمام کتاب اللہ و سنت رسولؐ سے مستنبط ہیں، اس استنباط کا طریقہ اور اس کی کیفیت جو حضرت مؤلف نے میان ہی ہے، وہ اس قابل ہے، کہ یہاں اسے حرف بحرف نقل کر دیا جائے

المستنبطات ما استنبط أهل الفهم من المتحققين بالموافقة لكتاب الله عز وجل ظاهره أو باطنه
والمطابقة لرسول الله صلى الله عليه وآله ظاهره وباطنه والعمل بما يظهرهم وبما طهرهم فلما علموا بما علموا
من ذلك ورثهم الله تعالى علم ما علموا ووهب علمه لا شارة وعلم ما ريت الأعمال التي يكسبها
الله تعالى لقلوب اصفيائه من المعاني المذخرة باللطائف والاسرار والمنزلة وغرائب العلوم و
طرائف الحكم في أماني القرآن ومعاني أخبار رسول الله صلى الله عليه وآله من حيث أحوالهم وأدواتهم
وصفهم أذكارهم قال الله تعالى أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالها وقال النبي صلى
من عمل بما علم ورثه الله تعالى علم ما لم يعلم وهو العلم الذي ليس لغيرهم ذلك من أهل العلم
واقفال القلوب ما يقع على القلوب من الصدق لكثرة الذنوب واتباع الهوى ومحبة الدنيا
وطول الغفلة وشدّة الحمى وحب الراحة وحب الشقاء والمحبة وغير ذلك من الغفلة والنسيان
والمخالفة والخانات فاذكشف الله تعالى ذلك عن القلوب لصديق التوبة والندم على الحيرة
فقد فتح الأقفال عن القلوب وأتممها وأيدى وألفها أيد من الغيوب فيعبر عن زوايد وفوائد
بترجيانه وهي اللسان الذي ينطق بخرائب الحكم وغرائب العلم
فأذا شرحها هذا لا النقط المريدون والقاصدون والطالبون
من تلها الجاهل باذان راهية وقلوب حاضرة فاشأوا
وانتبهوا بذلك والعشوا

ص ۱۰۶

خلاصہ یہ ہے کہ استنباط کا حق ان محققین و ارباب فہم کو پہنچتا ہے، جو ظاہر و باطن ہر طرح
کتاب اللہ و سنت رسول کے متبع ہوتے ہیں، یہ لوگ جب کچھ عرصہ تک اپنے علم و معلومات کے مطابق
عمل کرتے رہتے ہیں، تو خدا انہیں وہ علم بھی دیدیتا ہے، جو پیشتر انہیں نہ تھا، اور یہ علم انہیں کے ساتھ

لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر کرو یا اور جب آپ نے دریافت فرمایا کہ اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا؟ تو جیسے جواب دیا کہ خدا اور رسول کو، حضرت مولف لکھتے ہیں کہ یہ فقر توحید کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا، اور سب سے پہلا صوفیانہ ارشاد تھا جو انسانی زبان سے ادا ہوا،

حضرت صدیق کی سب سے بڑی خصوصیات، الہام و فراست تھیں، اسی طرح حضرت عمر فاروق کی نمایان خصوصیات ترک شہوات، اعتدالِ شہادت، اور تمسک بالحق تھیں، حضرت عثمان کے اہم خصوصیات، تکلیف، ثبات، واستقامت تھیں، جناب امیر اکثر سلاسل تصوف کے شیخ الشیوخ ہیں، آپ علم لدنی کے سب سے بڑے حصہ دار تھے، یہ وہی علم لدنی ہی جو حضرت علیہ السلام کو عطا ہوا تھا، وعلماہ من لدنا علما اور جس کی بنا پر حضرت خضر نے حضرت موسیٰ حبیبیل بقدر پیغمبر سے کہدیا تھا کہ آپ صبر کے ساتھ میری رفاقت نہ کر سکیں گے، اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا (اور یہیں سے بعض لوگوں نے غلطی سے ولایت کو نبوت سے افضل قرار دے لیا ہی جناب امیر مراتب توحید، معرفت، ایمان، علم میں کامل ترین تھے، اور ان اصحاب اربعہ کے آثار قدیمہ صوفیہ کے لئے دلیل براہین، خلفاء اربعہ کے بعد قدرۃ اصحاب صفہ کا ذکر آتا ہی، جن کی زندگی کا ایک ایک جزئیہ طالبان طریقت کے لئے درس ہدایت رکھتا ہی، یہ وہ مقدس گروہ تھا جو معاش و نبوی سے قطعاً بے پروا ہو کر شب و روز شمع نبوت کے گرد پروانہ دار بن کر رہا تھا، جس کے پاس نہ کھانے کا سامان رہتا تھا، نہ پہننے کا، نہ اوڑھنے کا، اور جس کی زندگی تمام تر فقر و فاقہ، توکل و صبر، عشق و محبت کا ایک تسلسل تھی، اس جماعت کی مدح میں متعدد آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں، مثلاً لَافْقَهَاءَ الَّذِينَ احْصَوْا وَاٰی مَسْبُحِ اللّٰهِ (بقرہ آیت ۲۵۳) وَلَا تَقْطُرُ الدِّیْنُ یَدَ عَوْنٍ وَبِحَمْدِ (انعام آیت ۵۲) اس حصہ کے آخری فصل میں عام صحابہ کی زندگی پر مکتوفانہ حیثیت سے نظر کی گئی ہے، اور ان کے اقوال و آثار کو صوفیہ کے لئے شمع ہدایت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہی، اصحاب ذیل کے اسامی مبارک

اس حیثیت سے خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں، طلحہ بن عبید اللہ، معاویہ بن جبل، عمران بن حسین
 سلمان فارسی، ابو درداء، ابو ذر، ابو عبیدہ بن الجراح، عبداللہ بن مسعود، براہ بن مالک، عبداللہ
 بن عباس، کعب احبار، حارثہ، ابو ہریرہ، انس بن مالک، عبداللہ بن عمر، حذیفہ بن الیمان،
 عبداللہ بن جحش، اسامہ، بلال، مصعب بن عمر، عبدالرحمن بن عوف، حاکم بن حزام، عبداللہ بن
 رواحہ، عدی بن حاتم رضی اللہ عنہم،

مولف رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر صوفیہ کے آداب و معمولات بیان کر کے ضرورتِ مرشد پر
 بہت زور دیا ہے، اور اس ضمن میں بعض بہت گہرے خیالات کا اظہار کیا ہے،

بہت سے مبتدیوں کا یہ خیال ہوتا ہے، کہ مخالفتِ نفس حصولِ مقصد کے لئے کافی ہے، چنانچہ
 وہ اپنی ذاتی رائے سے وہ طرح طرح کے مجاہدات اپنے لئے اختیار کر لیتے ہیں، غذا بہت گھٹا دیتے
 ہیں، لذیذ غذا میں بالکل ترک کر دیتے ہیں، پانی پینا چھوڑ دیتے ہیں، آبادی سے نکل کر صحرا میں
 رہنے لگتے ہیں، وقس علی ہذا، حضرت مولف کا ارشاد ہے، کہ جب تک مرشد یا شیخ اس قسم کے کام نہ دے
 ان چیزوں کو اختیار کر لینا قطعاً غیر مفید رہے گا، بلکہ مضر ہے، مثلاً ترک غذا کا نتیجہ یہ ہوگا
 کہ انسان فرائض یومیہ، نماز پنجگانہ وغیرہ پوری طرح نہ ادا کر سکے گا، نفس آوارہ کو زیر کرنا اتنا آسان
 نہیں، کہ بغیر اسٹا و کامل کی توجہ کے انسان تنہا یہ ہفتخوان طے کر سکے، خود رائی کی تمام صورتیں
 اس راہ میں خطرہ و ہلاکت کی طرف لیجانے والی ہیں، (ص ۳۱۰-۳۱۱)

ان سب اعمال و مجاہدات کے لئے مخصوص آداب و شرائط ہیں، بغیر ان کے قدم اٹھانا
 سخت نادانی ہے،

سماع کی بحث گروہ صوفیہ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے، طریقت کے اس استادِ قدیم نے
 اس پر پوری تفصیل کے ساتھ اظہارِ خیال کیا ہے، اس سلسلہ میں ادنیٰ نے سب سے پہلے حسن

صورت کو لیا ہو، پھر اس کی مدح و توصیف میں متعدد احادیث نبوی نقل کی ہیں، مثلاً

(۱) مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا حَسَنَ الصَّوْتِ

(۲) ذُنُوبُ الْقُرْآنِ بِأَصْوَاتِكُمْ

(۳) مَا أَذَنُ اللَّهِ تَعَالَى لِمَنْ شِئَ كَأَذَنِهِ لِنَبِيِّ حَسَنَ الصَّوْتِ

(۴) لَقَدْ أَعْطَى الْإِسْلَامَ مِثْرًا مِثْرَ الْمِيرَالِ دَاوُدَ لَمَّا أَعْطَى مِنْ حَسَنِ الصَّوْتِ

اس کے بعد سماع کے مختلف معانی سماعِ شعر وغیرہ کا ذکر کیا ہے، اور قدما و صوفیہ میں جو حضرات سماع کے شدید ایمون میں ہوئے ہیں، مثلاً جنید بغدادی، ابو الحسن نوری، حضرت غنی غفرلہ ان کے اقوال نقل کیے ہیں، آگے چلکر اباحتِ سماع عامہ کے عنوانات سے جو باب قائم کیا ہے، اُس میں عید کے دن سرور کائنات کے وف کے ساتھ کاناٹھنے کا جو الدیا ہے، اور حضرت ابو بکرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت بلالؓ و دیگر صحابہ کرام کے اشعار پڑھنے کا ذکر کیا ہے، حضرت مالک بن انسؓ، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عمر، اور امام شافعیؒ نے شعر کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کو جائز رکھا ہے، اور ان سب کی سند جو از سے فائدہ اٹھایا گیا ہے، سماعِ خاصہ کے ضمن میں سامعین کے تین طبقہ کیے ہیں، (۱) مبتدئین و مریدین (۲) متوسطین و صدیقین (۳) عارفین و اہل استقامت، اس کے بعد محقق مولف نے مسئلہ سماع کے مختلف پہلوؤں کو لیا ہے، اور متعدد ابواب میں ہر پہلو پر تفصیلی نظر کی ہے، جو از کے جو آداب و شرائط و قیود ہیں، ان سے کسی حال میں اغماض نہیں برتا ہے، آخری باب میں ان حضرات کے خیالات کی ترجمانی کی ہے، جو جو از سماع کے منکر ہیں یا اس کی کراہت کے قائل ہیں، ان چند ابواب کا مطالعہ موجودہ مشائخ کیلئے خاص طور پر سبق آموز ہو سکتا ہے، ان اقتباسات و تصریحات سے نوعیتِ کتاب کا اندازہ ہو گیا ہوگا، اور تاخرین کے کتب ملفوظات و مناقب سے اسکا مقابلہ کرنے سے یہ نظر آجائے گا کہ یہ اسلامی تصوف اور موجودہ صوفیت میں کس قدر عظیم نشانِ فرق ہے،

باب (۲) کشف المحجوب

(شیخ علی بن عثمان چوہدری)

عربی میں تصوف کی قدیم ترین معلوم کتاب کا نام کتاب اللع ہے، جس سے ہم کھلی صحت میں روشناس ہو چکے، فارسی میں تصوف کی قدیم ترین موجود کشف المحجوب ہے، کتاب اللع آج سے چند سال قبل دنیا کے لیے معدوم تھی، اور اب بھی مشرق کے لیے اس کا عدم، اس کے وجود سے کچھ ہی بہتر ہے، خوش قسمتی سے کشف المحجوب اس حجاب گنہامی میں نہیں۔ داتا گنج بخش لاہوریؒ کا نام اکثر ان کی زبان پر ہے، بالائی ہند کے بہ کثرت گھرانے اور ان کی عقیدت کے مسکن ہیں، لاہور میں مدت ہوئی اصل فارسی نسخہ طبع ہو چکا ہے، اور ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے، چند سال ہوئے سینٹ پیٹرس برگ یونیورسٹی (روس) کے پروفیسر چوکووسکی کے زیرِ اہتمام اصل کتاب یورپ میں چھپنے والی تھی، ممکن ہے اب چھپ چکی ہو، یہ سب کچھ ہے، تاہم استفادہ کرنے والوں کا حلقہ اب بھی محدود ہے، اور تصنیف و مصنف دونوں سے تعارف کرانے کی ضرورت باقی ہے،

(۱) مصنف

مصنف علیہ الرحمۃ کا پورا اسم گرامی ابو الحسن علی بن عثمان بن علی الغزنوی الجلابی اللہ پوریؒ

ہندوستان میں عرت عام گناہ بخش مشہور ہے، وطن غزنین تھا، مضافات غزنین میں بھجوریہ جلاب
دو قریہ ہیں، دونوں میں قیام رہا، آخر عمر میں لاہور میں سکونت اختیار فرمائی تھی، یہیں انتقال کیا،
اور یہیں مدفون ہوئے، اس ساری نقل و حرکت کے اظہار کے لئے نام کے ساتھ "غزنی جلابی"
بھجوریہ لاہوری، کا ضمیمہ لگا ہوا ہے،

سید سنی تھے، شجرہ نسب بعض تذکروں میں یون دیا ہے، علی بن سید عثمان بن سید علی بن
عبدالرحمن بن شاہ شجاع بن ابوالحسن علی بن حسن اصغر بن سید زید شہید بن امام حسن بن
علی مرتضیٰؑ،

بیست شیخ ابوالفضل بن حسن خلی سے تھے جو شیخ ابوالحسن حصری کے مرید تھے، شجرہ طریقت
سید الطائفہ جفید بعد اجماع تک پہنچتا ہے متعدد دیگر مشائخ کبار سے بھی استفادہ کیا تھا، کشف المحجوب
میں جا بجا ان حضرات کا ذکر کرتے ہیں، اور اپنے اہل کے تعلقات پر روشنی بھی ڈالتے جاتے ہیں،
مثلاً امام ابوالعباس احمد اشعانی کے تذکرہ میں کہتے ہیں،

"مراباوسے اُنسے عظیم بود، دوسے را بر من شفقت صادق، و اندر بعضے علوم استاد من بود"

(کشف المحجوب، مطبوعہ لاہور، ص ۱۲۱)

شیخ ابوالقاسم گرگانی اور اپنے تعلقات کے تذکرہ میں ایک دلچسپ واقعہ تحریر فرماتے ہیں :-
روئے من اندر پیش شیخ نشستہ بودم، و احوال ما و نمو ہائے خود را بر می شمردم، جبہ حکم
آنکہ ہر روز کار خود بروے سترہ (۶) کنم، کہ نافذ وقت است، و دوسے بہ کراستے آن از من می شنیدند

ملہ فارسی مطبوعہ نسخہ اخلاط اسقدر برز ہے، کہ بعض مقامات پر مطلب خط ہو گیا ہے، جو الفاظ را تم سطور کی سمجھ میں پوری طور پر
نہیں آتے، انہیں کچھ نقل کر کے اور انہیں زیر خط کر کے آگے تو سین میں علامات استفہام بنا دی گئی ہیں، اسی طرح (۶) جات
تقرہ کا فقرہ نہیں مل سکا، ہر دو ہر دو فقرہ کو زیر خط کر کے اس کے آگے اسی قسم کی علامت بنا دی ہے،

و مراخت کودکی و آتش جوانی بر گفتار آن حریف می کرد و خاطر صورت می بست که مگر
 این پیر را در ابتدا درین کوئے گزری نبوده است که چندین خضوع می کند، اندر حق من، و
 نیازی نماید اندر باطن من. آن بدید و گفت اے دوست پدر (۹) بدانکه این خضوع من نه با ترا
 و حال تراست که محل احوال بر محل محال آید (۹) بلکه این خضوع من محل احوال را می کشم این
 عام باشد همه طلب را نه خاص ترا، چون این بشنیدم، از دست بیفتادم، و وے اندر من
 بدید و گفت اے پسر آدمی را به این طریقت نسبت بیش از آن نبود که چون ویرا به طریقت باز
 بندند، پنداریافت آن بگردانندش، چون از آن معزول کنندش به عبارت پندارش برسد،
 پس نفی و انجات، فقد و وجود وے هر دو پندار باشد و آدمی هرگز از بند پندار نه رهد. وے را باید که
 که درگاه بندگی گیرد، و جمله نسبتها را از خود دفع کند، بجز نسبت مرد می و فرمان برداری. و از بعد
 آن مرا بایستی اسرار بسیار بود، اگر به اظهار آیات وے مشغول گردم از مقصود بمانم، (ایضاً ۱۲۳)
 ایک جگہ خواجہ ابو احمد مظفر سے اپنی ملاقات کا حال لکھا ہے، وہ بھی ارباب حال کے لیے
 اسی قدر وحشیپ ہے:-

”روزے من اندر گرے گرم بہ نزدیک وے اندر آدم با جامہ راہ و زولید و موسے
 مرا گفت یا ابا الحسن ارادت حالی مرا گوئے تا چیسیت گفتم مرا سماع می باید، اندر حال کسے فرست
 تا تو آلی بیا و روند و جاعتے را از اہل عشرت. و آتش کودکی و قوت ارادت و حرکت ابتدا مرا
 اندر سماع کلمات مضطرب کرد، چون زمانہ بر آمد، و سلطان و غلیان آن آفت اندر من کمتر شد
 مرا گفت چگونہ بود، مرتر ابا این سماع گفتم ایہا الشیخ سخت خوش بودم گفت وقتے بیاید کہ این
 و بانگ کلاغ ہر دو مرتر اکیسان شود، قوت سماع تا انگاہ بود کہ مشاہدہ نہ باشد، چون مشاہدہ
 حاصل آید ولایت سمع ناچیز شود، ذکر (۹) تا این را عادت نہ کنی تا طبیعت نہ شود، و باز بدان

بمافی۔ (ایضاً، ص ۱۲۳)

اسی طرح سلطان ابوسعید ابوالخیر، شیخ ابوالقاسم قشیری، وغیرہ دیگر مشاہیر صوفیہ سے اپنی ملاقات کے تذکرہ لکھے ہیں،

حنفی المذہب تھے، امام ابوحنیفہ سے خاص عقیدت تھی، ان کا نام امام امان و مقتدا شہیدان، شرف نقباء و عز علماء کی حیثیت سے لیا ہے، اور ان کے کمالات کا بیان تفصیل سے کیا ہے، (۶۹ تا ۷۶)

اس ضمن میں اپنا ایک خواب بھی تحریر فرماتے ہیں، جس کا اقتباس لطف اور نفع سے خالی نہ ہوگا، فرماتے ہیں کہ:-

”میں ملک شام میں تھا، ایک مرتبہ حضرت بلالؓ موزن کے مزار کے سرہانے سو گیا، خواب میں دیکھتا ہوں، کہ مکہ میں حاضر ہوں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اب بنی شیبہ سے اندر داخل ہو رہے ہیں، اور جس طرح کوئی کسی بچہ کو گود میں لیے ہو ایک شخص کو گود میں لیے ہوئے ہیں، میں وڑتا ہوا حضور میں پہنچا، پائے اقدس کو بوسہ دیا، اور دل میں سوچنے لگا، کہ یہ مومن کون ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے خطرہ قلب پر اطلاع ہو گئی، ارشاد ہوا کہ شیخ تیرا اور تیری قوم کا امام ہے، یعنی ابوحنیفہ، اس خواب سے مجھے اپنے اور اپنی قوم کے حق میں بہت کچھ اُمیدیں ہو گئیں، اور اس خواب سے مجھے یہ بھی منکشف ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ ان لوگوں میں ہیں جو اپنے صفات ذاتی سے فانی ہو چکے ہیں، اور محض احکام شرع کے لیے باقی ہیں، اس لیے کہ ان کے حال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر میں انہیں خود چلتے ہوئے دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ وہ باقی العفت ہیں، اور باقی العفت کے لیے خطا و صواب دونوں کا امکان ہے، لیکن چونکہ انہیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ ان کا وجود ذاتی فنا ہو چکا ہے، اور اب جو ان کا وجود قائم ہے،

وہ رسول خدا صلعم کے وجود سے قایم ہو، اور چونکہ خود رسول خدا صلعم کے لیے کسی طرح کی خطا کا امکان نہیں اس لئے جس کا وجود اُن میں فانی ہو چکا ہو، وہ بھی امکانِ خطا سے پاک ہو، (ایضاً ص ۶۹ و ۷۰)

سفر و سیاحت میں اکثر رہا کرتے تھے شام سے لیکر ترکستان اور ساحلِ ہند سے لیکر بحرِ قزوین تک یعنی اپنے زمانہ کی تقریباً ساری اسلامی عملداری کی سیاحت کا ذکر کیا ہے، آذربائجان بسطام، وشتق، رطہ، بیت الجن، طوس، مہنہ اور جبل السلام کے نام اپنے سفر ناموں کے ذیل میں تصریح کے ساتھ لے گئے ہیں، ایک مرتبہ دورانِ قیام عراق میں معلوم ہوتا ہے کہ دولت بہت جمع ہو گئی تھی اور اسراف سے قرضداری کی ذہبت آگئی تھی، فرماتے ہیں،

”وقتے من اندر دیار عراق اندر طلب دنیا دینا کردن کردن آن تابا کے می کروم (۶) و و ما بسیار برآمدہ بود و خوشو یہ ہر کسے را کہہ بایتے بودے (۹) روئے بمن آوردہ بودند، و من در رنج حصوں برائے شان ماندہ بودم (ایضاً ص ۷۲)“

عرصہ تک پریشانی رہی، بالآخر ایک درویش کی نوعط کے اثر سے فراغت نصیب ہوئی، قیدِ ازدواج سے ہمیشہ آزاد ہی رہی، البتہ ایک مقام پر آپ بتی یون بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک مرتبہ کسی کے خدنگِ نظر سے بسل ہو گئے تھے، اور ایک سال تک اس زخم کی ٹرپ نے بیتاب رکھا، لیکن بالآخر فضلِ ایزدی نے زخم کا مرہم بھی پیدا کر دیا، عبارت اس قدر مبہم ہے کہ تفصیلات کا پتہ بالکل نہیں چلتا،

”من کہ علی بن عثمان الجلابی ام از پس آنکہ مرا حق تعالیٰ یزدہ سال از آفتِ نزوح کج نگاہ داشتہ بود، ہم تقدیر کرد تا بقتنہ اندر افتادم و ظاہر و باطنم اسیرِ صفتے باشد کہ با من کروند (۹) بے آنکہ رویت بودہ، و یکسال مستغرق آن بودم، چنانچہ نزدیک بود کہ دین بر من تباہ شود تا حق تعالیٰ بکمال لطف و تمام فضل خود عصمت را بہ استقبال دل بیچارہ من فرستاد، و بہ رحمت

خلاصی از زانی داشت (۲۵)

استعدا علمی کی تفصیل کسی تذکرہ میں درج نہیں، لیکن کشف المحجوب کی تصنیف خود اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اس کا مصنف، علوم ظاہری میں تبحر رکھتا ہے، بعض تذکروں میں اجمالاً صرف اس قدر ہے، "جامع بود بیان علوم ظاہر و باطن" اور یہ یقیناً صحیح ہے،

بعض تذکروں میں ہے کہ لاہور اپنے پیر مرشد کے حکم سے آئے اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے ایک غلامین قودو لاہور کی تفصیل بھی ملتی ہے، فوائد الغواہین ہے کہ علی جوہری اور شیخ حسین زنجانی دونوں ایک ہی مرشد سے بیت رکھے تھے شیخ حسن زنجانی عرصہ سے لاہور میں سکونت رکھتے تھے، ایک روز شیخ علی جوہری مرشد کا حکم ملا کہ لاہور میں سکونت اختیار کرو، عرض کیا کہ وہاں تو شیخ حسین بیشتر سے موجود ہیں، مگر ارشاد ہوا کہ تم جاؤ۔ تعمیل کی شب میں لاہور پہنچے اسی شب میں شیخ حسین نے انتقال فرمایا، اور صبح اُن کا جنازہ اٹھایا گیا، ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کو مرشد کے حکم سے اپنا مسکن بنایا تھا، لیکن خود کشف المحجوب کی عبارت سے کچھ ایسا مترشح ہوتا ہے کہ لاہور کا قیام مثنیٰ کے خلاف کسی مجبوری سے تھا، فرماتے ہیں کہ

مکتب من بر حضرت غزنین ماندہ بود، من اندر
میری کتابیں غزنین میں چھوٹ گئیں ہیں اور میں
دیار ہند از بلدہ لاہور کہ از مضافات ملتان است
ہندوستان میں شہر لاہور میں نا جسون کے دیہان
در میان تابستان گرفتار شدہ بودم، ۱۵
گز گرفتار ہوں۔

اس کا کچھ یہ نہیں چلتا کہ گرفتاری کا لفظ فقرہ بالا میں مجازاً استعمال کیا ہی یا حقیقہً۔
عام لقب جو گنج بخش مشہور ہے، اس کی بابت یہ روایت ہے کہ حضرت خواجہ حسین الدین اجمیری نے آپ کے مزار پر آکر چلہ کیا، اور اکتساب فیوض و برکات کے بعد جب بخت ہوئی تو لگے

لہ فوائد الغواہ، مرتبہ امیر حسن علاء سحری، ۱۳۵۲ (مطبوعہ دہلی)

تو مزار کے رخ کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا

گنج بخش ہر دو عالم منظر نور خدا
کاملان را پر کمال ناقصان را رہنما
اسی وقت سے گنج بخش کا لفظ عام زبانوں پر چڑھ گیا،

سنہ وفات کے متعلق اختلاف ہے، صاحب نفحات الانس خاموش ہیں، صاحب

سفینۃ الاولیاء دو روایتیں دی ہیں ایک ۳۵۶ھ اور دوسری ۳۶۲ھ کی بابت آزاد
بلگرامی نے ایک ضمنی موقع پر ۳۶۵ھ درج کیا ہے، ممکنہ کا قیاس ہے، کہ ۳۶۵ھ ۳۶۹ھ کے
درمیان وفات ہوئی، مزار پر جو قطع تاریخ کندہ ہے اس سے بھی ۳۶۵ھ نکلتا ہے، راقم سطور کے نزدیک
اسی کو صحیح ماننا چاہیے، مزار شہر لاہور کے باہر سمت غرب میں واقع ہے، ہر جمعرات و جمعہ کو زائرین
اور حاجتمندوں کا ہجوم رہتا ہے، عام عقیدہ یہ ہے، کہ چالیس روز متصل یا چالیس شہائے جمعہ کو طواف
مزار کرنے سے ہر مشکل آسان اور ہر حاجت روا ہو جاتی ہے،

اس قدر یقینی ہے، کہ تصوف پر متعدد کتابیں تصنیف کیں، لیکن آج ان تصانیف کا وجود

تو الگ رہا، ان کے نام تک کسی تذکرہ میں محفوظ نہیں، صاحب سفینۃ الاولیاء اس سے زائد
نہ لکھ سکے کہ

”حضرت پیر علی ہجویریؒ کی تصانیف بسیار است“

البتہ خود کشف المحجوب میں مصنف نے جا بجا اپنی دوسری تصانیف کے حوالے دیئے ہیں، ان
عبارتوں کے یکجا کرنے سے تصانیف ذیل کا پتہ چلتا ہے، ممکن ہے کہ ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہوں،

۱۔ خزینۃ الامنیاء غلام سرور لاہوری، جلد دوم، ۱۳۳۵ھ، سفینۃ الاولیاء، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶،

اس قدر تو بہر حال قطعی تھیں :-

عبارت کشف المحجوب	نام کتاب	
کیے آنکہ دیوان شعوم کے بنو است (صل)	"دیوان"	۱
دیگر کتابے تالیف کردہ اندر طریق تصویف نام آن فیج اربین (صل)	"منہاج الدین"	۲
نیز پیش ازین کتابے ساختہ ام مرآن منہاج الدین نام کردہ اندر		
دوہ مناقب (اہل صفہ) یک یک تفصیل آوردہ (ص ۱۰۲)		
"اندر کتابے کردہ ام بحر اربین منہاج نام (صل) نام ازین	"کتاب لنفا والبقا"	۳
جنس سخن است اندر کتابے فواو بقا (ص ۱۰۳)		
مرآ اندرین باب کتابے است مفرد کہ نام آن اسرار الخرق	"اسرار الخرق والمؤذات"	۴
والمؤذات است (ص ۱۰۴)		
مدمن اندرین معنی تاہل ہدایت کتابے ساختہ ام و آن را	"کتاب لبیان لایل العیان"	۵
کتاب لبیان لایل العیان نام کردہ شد " (ص ۱۰۵)		
"اندر بحر القلوب اندر باب جمع قصوے گفتہ ام" (ص ۱۰۶)	"بحر القلوب"	۶
طالب علم را این مسئلہ از کتابے یکر یا بد طلبید کہ کردہ ام و آن	"الرأیۃ لحقوق اللہ"	۷
الرأیۃ لحقوق اللہ نام کردہ، (ص ۱۰۷)		

ذیل کی عبارتوں میں دو کتابوں کے حوالہ اور آتے ہیں، خدا معلوم ان سے مراد کتب بالا ہی ہیں،
یا یہ تصانیف ان کے علاوہ ہیں۔ محکمن کا خیال ہے کہ یہ علیحدہ تصانیف ہیں، اس حساب سے
دو کتابوں کا اور اضافہ سمجھنا چاہیے،

۸ "پیش ازین اندر شرح کلام دے [منصور علاج] کتابے ساختہ ام" (ص ۱۰۸)

۹ من اندر بیان این [ایمان] کتابے کردہ جداگانہ (۲۱۵)

آج سب کتابین عقابین،

مخدوم موصوف علیہ الرحمۃ کے مرتبہ کمال کا اعتراف سب کو رہا ہی، خواجہ خواجگان
حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ اور شیخ المشائخ حضرت باو افرید گنج شکرؒ جیسے مسلم اکابر نے آپ کے
مزار پر چلے کھینچے ہیں، اور فیوض و برکات حاصل کئے ہیں، چنانچہ دونوں حضرات کے مکانات چلہ
کشی اب تک موجود و محفوظ ہیں۔ ملا جامیؒ ان الفاظ میں تصنیف و تصنیف کی جلالتِ قدر کا
اعتراف کرتے ہیں:-

عالم و عارف بود..... و صحبت بسیار سے از مشائخ دیگر رسیده است صاحب
کتاب کشف المحجوب است، کہ از کتب معتبرہ مشہورہ درین فن است و لطائف و تحائف بسیار
در آن کتاب جمع کردہ است،

شہزادہ داراشکوہ کے نزدیک فارسی زبان میں تصوف پر کوئی کتاب کشف المحجوب کے برابری نہیں:-
”خانوادہ ایشان خانوادہ زہد و تقویٰ بودہ، حضرت پیر علی تجویری را تصانیف بسیار است،
اکاشف المحجوب مشہور و معروف است، و بحکم پس را بران سخن نیست و مرشد سے است کامل، در
کتب تصوف بہ خوبی آن در زبان فارسی تصنیف نہ شدہ و خوارق و کرامات زیادہ از حد ذہانت
و بارہا بر قدم تجرید و توکل سفر کردہ اند،“

سب سے بڑھ کر قابل استناد و قابل افتخار قول حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء
کا ہی، آپ کا ارشاد تھا کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو، اُس کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے
مل جائیگا، آپ کا ایک غیر مطبوع ملفوظ در نظامی میں ہے،

لے نجات الانس، ج ۱، ص ۲۵ (مطبوعہ کلکتہ) لے سفینۃ الاولیاء، داراشکوہ، ط ۱،

”می فرمودند کشف محبوب از تصنیف شیخ علی ہجویری است، قدس اللہ روحہ العزیزہ
اگر کسی را پیرے نہ باشد، چون این کتاب را مطالعه کند اور (۹) پیدا شود..... من این
کتاب را بہ تمام مطالعہ کردہ ام،“

مخدوم موصوف کی اس کرامت کا ذکر متعدد تذکروں میں ہے کہ لاہور میں آپ نے جو مسجد تعمیر
کرائی تھی، اوس کی محراب میں بمقابلہ دوسری مساجد کے سمت جنوب میں زراکچی تھی، علمائے وقت نے
اعتراض کیا کہ سمت قبلہ قائم نہیں رہی، آپ نے ایک روز سب کو جمع کر کے خود نماز پڑھائی،
اس کے بعد حاضرین سے کہا کہ خود دیکھ لو کعبہ کدھر ہے، عجائبات اُٹھ گئے، سب نے دیکھا کہ بیت اللہ
مسجد کے ٹیٹک مقابل ہے،

(۲) تصنیف

کشف المحجوب تصوف کی قدیم ترین کتابوں میں ہے، اور فارسی زبان میں تو اس سے قدیم تر
کوئی کتاب تصوف پر دریافت نہیں ہو سکی ہے، تصنیف رحمۃ اللہ علیہ اپنی متعدد ابتدائی کتابوں اور
اپنی سکونت لاہور کا ذکر کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس کتاب کی تصنیف آخر عمر میں
فرمائی ہے، یعنی پانچویں صدی ہجری کے وسط میں۔ اس کتاب کے تقریباً ہم عمر امام ابو القاسم شیری
عربی رسالہ تشریح ہے، موضوع اس کا بھی تصوف ہی ہے، لیکن دونوں کے طرز تصنیف میں فرق یہ ہے
کہ امام موصوف نے زیادہ تر متقدمین کے اقوال و حکایات کے نقل کر دینے پر اکتفا کی ہے، بخلاف اس کے
مخدوم ہجویری ایک محققانہ و مجتہدانہ انداز سے اپنے ذاتی تجربات، واردات، کاشفات و مجاہدات
وغیرہ کو بھی قلمبند کرتے جاتے ہیں، اور مباحث سلوک پر روشنی ڈالنے میں بھی تامل نہیں کرتے
اولین کی کتاب کی حیثیت محض ایک مجموعہ حکایات و روایات کی نہیں بلکہ ایک سند محققانہ تصنیف کی ہے

لہ روزنہای ہر شیخ علی محمد بغدادی، تہذیبی، مکتوبہ سید محمد امین، مخدوم درگاہ نظام المشایخ، دہلی،



صورت تصنیف یہ ہے کہ کوئی صاحب ابوسعید نامے فرضی یا واقعی سائل ہیں، انہوں نے حضرت مخدوم کی خدمت میں عرض کی ہو کہ

”بیان کن مراد تحقیق طریقت تصوف و کیفیت مقامات ایشان و بیان مذہب مقالات آن اظہار کن مراد اشارات ایشان و چگونگی محبت خدا سے عزوجل و کیفیت اظہار آن بر دلہا و سبب حجاب عقول از کلمہ ماہیت آن و نفرت نفس از حقیقت آن و آرام روح با صفوت آن، و آنچه بدین تعلق دارد از معاملات آن“ (مک)

ساری کتاب اسی سوال کے جواب، اور انہیں مراتب کی تفصیل میں ہے،

مضامین و تصانیف کے سرفہ میں معلوم ہوتا ہے، اُس وقت کے لوگ بہت جبری و میناک تھے، مصنف کو دوبار ان لوگوں کے ہاتھوں تلخ تجربات اٹھانے پڑے، ایک مرتبہ کسی صاحب نے مسودہ دیوان مصنف سے مستعار لیا اور واپس کرنے کے بجائے اپنے نام و تخلص کے ساتھ اس کی اشاعت شروع کر دی۔ دوسری باریہ اتفاق ہوا کہ ان کی ایک تصنیف فی سلوک میں منہاج الدین کے نام سے تھی، اسے کوئی شخص اڑا لے گیا، ان کا نام کاٹ کر عنوان پر اپنا نام لکھ دیا، اور اسکی تصنیف کو اپنی جانب منسوب کرنا شروع کر دیا کشف المحجوب کی تصنیف ان تصنیفات کے بعد کی ہے، اس کے آغاز میں اسم مصنف کی تصریح ضروری تھی، ان حالات کا ذکر ابتدائے سخن میں خود ہی فرمایا ہے۔

انچہ اندر ابتدا کے کتاب نام خود ثبت کروم مراد اندر آن دو چیز بود، یکے نصیب خاص و دیگر نصیب عام و انچہ نصیب عام بود آن سرت کہ چون جملہ این علم کتابے سیند نو، کہ مصنف آن بچند جائے ثبت نہ باشد، نسبت آن کتاب بخود کنند و مقصود مصنف از آن بر نیاید کہ مراد از جمع و تالیف و تصنیف کردن بحر حق نہ باشد کہ نام مصنف بدلن کتاب زندہ باشد و خواہند کان متولمان

وے را دعائے نیکو کنند، کہ مر ازین حادثہ افتادہ و بارہ کے آنکہ دیوان شعرم کسے بخواست و باز
اگرقت وصل نسخہ جزآن نبود آن جملہ را بگردانید و نام من از سر آن بیفکند و رنج من ضائع
اگر دانید تاب اللہ علیہ و دیگر کتابے تالیف کروم اندر طریق تصوف عمرہ اللہ نام آن منہاج الدین
یکے از مدعیان ریکیہ کہ گرامی گفتار نام از کند نام من از سر آن پاک کرد و نزدیک عوام چنان
نمود کہ آن وے کردہ است، ہر چند خواص بر آن قول وے خندیدند وے تا خداوند تعالیٰ بے برکتی
آن بد و رسانید، تامل از دیوان طلاب در گاہ خود پاک گردانید (ع ۲)

اس سرقہ سے اس قدر خائف تھے، کہ اسی ایک تصریح پر اکتفا نہیں کی، بلکہ درمیان کتاب میں
بار بار اپنے پورے نام کی تصریح فرماتے گئے ہیں،

لاہور کا جو مطبوعہ نسخہ پیش نظر ہے، اس کا ہر صفحہ اغلاط طبع و کتابت سے لبریز ہے، بعض
مقامات پر عبارت بے معنی ہو گئی ہے، بعض مقامات پر حضرت مصنف کے بالکل خلاف منشا معنی
نکلے ہیں، اور اس سے بڑھ کر ستم یہ ہے، کہ اکثر مقامات پر اسمائے اشخاص و مواضع بالکل منسج
ہو گئے ہیں، دوسرا تکلیف دہ امر اس نسخہ میں یہ ہے، کہ کسی قسم کی فہرست مضامین وغیرہ درج
نہیں، کتاب متعدد ابواب و فصول میں منقسم ہے، ہر باب و فصل کے الگ الگ پیرا گراف (بند)
ہیں، لیکن کاتب صاحب نے بائے بسم اللہ سے لیکر تائے تمت تک ۳۶۸ صفحہ کی کتاب کا یکساں
قلم رکھا ہے، نہ کہیں کوئی پیرا گراف (بند) توڑا ہے، نہ ایک باب و فصل کے اختتام اور دوسرے کے
آغاز کو کوئی نمایان امتیاز دیا ہے، راقم سطور نے بطور خود ایک فہرست مضامین اور بعض دوسری
فہرستیں مرتب کی ہیں، جن سے ناظرین کو مطالعہ کتاب میں شاید کچھ سہولتیں حاصل ہو سکیں،
شروع کے چوتھے صفحہ (ع ۴) بہ طور مقدمہ یا تمہید کے ہیں، جس میں سبب تالیف، موضوع
سخن وغیرہ کی تصریح کی ہے، اس کے بعد ترتیب مضامین حسب ذیل ہے،

(۱) باب اول فی اثبات العلم (ص ۱۲) اس میں علم کی ماہیت اس کے فضائل اور اس کے اقسام کا بیان ہے، مشہور صوفی حاکم اصم کا قول نقل کیا ہے، کہ

حاکم الاصم گفت رضی اللہ عنہ کہ چار علم اقرباً
کرم و از ہمہ علما کے عالم برستم
تمام علوم عالم میں سے میں نے چار چیزوں کا علم اختیار
کر لیا ہے، اور باقی کی حاجت میں مدہی
یکے آنکہ بدانستم کہ مرا رزقے است مقسوم کہ
اول یہ کہ رزق کی ایک مقدار مقسوم ہے جس میں
زیادت و کم نہ شود از طلب زیادت بر آسودم
کمی بیشی نہیں ہو سکتی، اس لئے اس میں اضافہ کی
دو گیر آنکہ بدانستم کہ خدا کے را بر من حقے است
طلبکاری سے نجات پا گیا ہوں دوسرے یہ کہ خدا
کہ جرم من کسے دیگر نہ تواند گزارد و بہ ادائے
کی جانب سے میرے اوپر جو حقوق عائد ہیں، ادائیگی
آن مشغول گشتم دیگر آنکہ دانستم کہ مرا طابے
بجا آوری میرے ہی ذمہ فرض ہے اس لئے ادائیگی
ست یعنی مرگ کہ از دہ تو انم گریخت آن را
ادائیگی میں مشغول رہتا ہوں، تیسرے یہ کہ میرے
بشنا ختم ہے؟ و چارم آنکہ دانستم کہ مرا خداوند
تعاقب میں موت لگی ہوئی ہے، جس سے کسی طرح گریز
ست مطلع بر من از دے شرم دانستم و از
مکن نہیں اس لئے اس سے ملنے کی تیاری کرتا رہتا
ناکردنی دست باز دانستم (صل)

” ” ” ” ”

علم صحیح کے لیے علم ظاہر (شریعت) و علم باطن (حقیقت) کی جامعیت ضروری ہے، صرف ایک کا وجود طالب کے لیے مضر ہوگا،

ظاہر و رزق معاشرت و باطنش تصحیح نیست
ظاہر بغیر امتزاج باطن کے نفاق ہے، اور باطن بغیر
و قیام ہر ایک ازین بے دیگر سے محال باشد
امتزاج ظاہر کے زندہ شریعت بلا حقیقت نقص اور
ظاہر بے حقیقت باطن نفاق بود و باطن
حقیقت بلا شریعت ہو س علم حقیقت کے تین گان ہیں

بے غی ہر زندہ کو خواہ شریعت مجاہد یا غیبت
 علم ذات و احوال یعنی تشبیہ خداوندی، علم ذات
 و احکام خداوندی، اور علم افعال و حکمت افعال
 خداوندی، علم شریعت کے بھی یہ تین رکن ہیں قرآن
 سنت رسول و اجماع امت،
 دوسری نوعی تشبیہ ازوے، و دیگر علم بہ صفات
 خداوند تعالیٰ و احکام آن و سہ دیگر علم بہ افعال
 و حکمت و سہ علم شریعت را نیز سہ رکن است
 یکے کتاب، دیگر سنت و سہ گراجماع امت،

علم ذات خداوندی کی تعلیم اس قسم کی آیات قرآنی میں بہ کثرت ملتی ہے فاعلم انہ لا الہ الا
 اللہ و اعلم ان اللہ ہدوہم للکم الترائی ربک کیف مد النزل۔ اقل
 ينظر و ن الی اہل کیف خلقت لیس کثلہ شیء و هو السميع البصیر نیز اس قسم
 کی احادیث نبوی میں کہ من علم ان اللہ تعالیٰ ربہ والی نبیہ حرم اللہ تعالیٰ لجمہ و
 دہ علی الناس،

علم صفات خداوندی کی جانب رہبری اس قسم کی آیات قرآنی کرتی ہیں انہ علیہم
 بذات الصدود، واللہ علی کل شیء قدیر۔ و هو السميع البصیر،
 فعال لما یرید۔ هو الحق لا الہ الا هو۔ و قس علی ہذا
 علم افعال خداوندی کے بابت اس قسم کی آیات قرآنی میں اشارہ ہو، واللہ خلقکم
 و ما تعلمون، اللہ خالق کل شیء و قس علی ہذا،

علم شریعت کے رکن اول، کتاب اللہ سے اعتصام کی دلیل یہ ارشاد حق تعالیٰ ہے،
 فیہ آیات حکمات من اہم الکتاب رکن دوم سنت نبوی کی شاہد عدل بہ فرمان

ربانی ہے، وصاۃکم انہم رسولی شخو، وروایا انکم عنہ فانتہی رکن سوم
اجلعت امت کی دستاویز اسادیہ ارشاد حضرت رسالت ہو، لایجتمع امتی علی الضلالت
علیکم بالسنۃ والاخطار،

علم ربہ شمول علم شریعت کی اہمیت پر جتنا زور دیا ہے، اوس کا مزید اندازہ قہاس
ذیل سے ہوگا،

محمد بن فضل البغی گوید رحمۃ اللہ علیہ	محمد بن فضل البغی کہتے ہیں کہ علم کی تین قسمیں ہیں۔ علم
العلوم ثلثہ علم من اللہ وعلم	من اللہ علم مع اللہ علم باللہ علم باللہ علم معرفت
مع اللہ وعلم بال اللہ علم باللہ علم	ہو، کہ انبیاء و اولیاء نے اسی ذریعہ سے معرفت باری
معرفت ہو کہ ہمہ انبیاء و اولیاء بدو دستہ	حاصل کی ہے اور بغیر اس کے انہیں معرفت حاصل
اند و تا تعریف و تعرف و سے بنو و ایشان	نہ ہو سکی (یہ علم الکتاب سے نہیں آتا) علم من اللہ
ویر اندانستند علم من اللہ علم شریعت ہو	علم شریعت ہے، یعنی احکام الہی و فرائض
کہ آن ازو سے بافرمان و تکلیف است و	عبدیت کا علم، علم مع اللہ علم مقامات طریقت
علم مع اللہ علم مقامات و طریق حق و بیان	و درجات اولیاء کا نام ہے، معرفت بغیر علم شریعت
و درجات اولیاء است پس معرفت بے یزیرت	کے قبول کیے درست نہیں ہو سکتی، اور شریعت پر
شریعت درست نیاید و ورزش شریعت	عمل بغیر مقامات رسی کے ممکن نہیں، جس کو علم معرفت
بے اظہار مقامات راست نیاید.....	نہیں اوس کے قلب پر جہل کی موت طاری ہے،
ہر کرا علم معرفت نیست دلش بچل مردہ است	اور جسے علم شریعت نہیں اُس کا قلب مرض نادانی
و ہر کرا علم شریعت نیست دلش بنادانی	میں گرفتار ہو،
بیاراست، (۱۲)	" " " " " "

اسی تعلیم کی تائید میں بایزید بسطامی کا قول ہے، کہ میں نے تیس سال تک مجاہدات کئے، لیکن کسی مجاہدہ کو علم و تحصیل علم سے صعب تر نہیں پایا (علمت فی المجاہدۃ ثلاثین سنۃ فما وجدت شیئاً اشد علی من العلم ومتابعتہ)

اور خود مرشد ہجویریؒ کا بیان ہے، کہ طبع انسانی کے لئے آگ پر چلنا راہ علم پر چلنے سے آسان تر ہے، اور ایک جاہل کے لئے پل صراط پر ہزار بار گزرنا اس سے آسان ہے کہ علم کا ایک مسئلہ حاصل کرے۔ (۱۵۷)

آج جبکہ بعض خوش فہم صوفیہ نے ہر قسم کے علم پر حجاب اکبر کا حکم لگا رکھا ہے، علم شریعت کے فضائل مذکورہ بالا یقیناً حیرت و استعجاب کے قانون سے سُنے جائینگے،

(۲) باب الثانی فی الفقر (۱۵۷-۱۶۲) اس باب میں فضائل فقر و مسکنت کا بیان ہے،

فضائل فقر میں متعدد آیات قرآنی وارد ہیں۔ مثلاً للفقرۃ اعد الذین احصوا فی سبیل اللہ

لا یستطیعون ضرباً فی الارض لیسبہم المجاہل اغنیاء عن التعفف (بقرہ ۳۷)

یا یہو مثلہ تجانی جنبہم عن المصایح یدعون دہم ثقیلاً و طمعا (سجہ ۲۷)

احادیث نبوی میں بھی بکثرت فضائل فقر وارد ہوئے ہیں، سرور کائناتؐ خود اپنے متعلق و عاقلین

یہ آرزو کرتے تھے کہ اے پروردگار مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکین بنا کر وفات دے، اور

حشر میں زمرہ مساکین میں اٹھا، ایک اور حدیث میں آتا ہے، کہ قیامت کے روز ارشاد

باری تعالیٰ ہوگا، کہ میرے دوستوں کو حاضر کرو، فرشتہ عرض کریں گے کہ بارالہا تیرے دوست

کون ہیں؟ جواب ملے گا کہ ”فقر اور مساکین“ (ادق الامنی اجبای خیق ل المملکتہ من جبار

فیقول اللہ الفقراء و المساکین) عہد رسالت میں فقر اور ماہرین تھے،

جو مسجد نبوی میں تمام اسباب دنیوی سے قطع نظر کر کے محض عبادت الہی کے لئے بیٹھ جاتے تھے،

اور اپنی روزی کے لئے محض سبب الاسباب پر تکیہ و توکل رکھتے تھے، اودن کی خبر گیری اور اودن کی رفاقت کے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ رب العزت سے تاکید ہوتی تھی، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے، وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْعَدَاوَةِ وَالْعَشَىٰ يُعْرِضُونَ وَجْهَهُ ۚ أَوَّارِكٌ مِّنْ مَّوْضِعِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ لَنَبْذُلَنَّكَ تَلَأً يُّسِفُ ۚ وَلَا تَقْعُدُوا عَيْنًا ۚ إِنَّكَ عِنْدَ عِزِّهِمْ تَرِيدُ ضَرِيبَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ إِنَّ تَاكِيدَی احکام نے ان فقرائے و مہاجرین کو اس مرتبہ پر پہنچا دیا تھا کہ سرور کونین جہان کہیں انھیں دیکھ لیتے تو ارشاد فرماتے "میرے مان باپ تم پر فدا ہوں کہ خدا نے تمھارے حق میں مجھے عتاب کیا"، (۱۵-۱۶)

صفحات مابعد میں فقر کی حقیقت و آداب پر بحث کی ہے، اور غنا کے مقابلہ میں اس کی افضلیت بہ دلائل ثابت کی ہے،

(۲۳) الباب الثالث فی الصّوّف (۲۲-۳۱) تیسرا باب ماہیت تصوف پر ہے حضرت مصنف حسب عادت اس باب کا بھی آغاز قول خدا و قول رسول سے کرتے ہیں چنانچہ کلام آسمیٰ میں انھیں اس باب کے سبب یہ آیت ملتی ہے، وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا۔ اور احادیث میں سے اس کو پیش کرتے ہیں، مَن سَمِعَ صَوْتَ أَهْلِ الصَّوْفِ قَلَّ الْوَسْوَاسُ عَلَى دَعَائِهِمْ كَتَبَ عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْعَافِيَيْنِ

اس کے آگے مصنف کتاب اللع کی طرح انھوں نے بھی تفصیلی بحث لفظ صوفی "اور اس کے اشتقاق پر کی ہے، لفظ صوفی کی تحقیق میں مختلف مذاہب ہیں، ایک گروہ

مردمان اندر تحقیق این اسم بسیار سخن گفته اند کے نزدیک چونکہ یہ لوگ جامہ صوف میں لباس پہنتے تھے اس لئے صوفی کہلائے بعض کا خیال ہے کہ لفظ و کتب ساختہ و گروہے ازان گفته اند کہ

صوفی را برائے آن صوفی خواندہ اند کہ جائزہ
 صوف و اردو و گروہے گفتہ اند کہ صوفی را از
 برائے آن صوفی خوانند کہ از صفت اول
 باشد و گروہے گفتہ اند کہ بدان صوفی گویند
 کہ توئی بہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم گروہ
 اند و گروہے گفتہ اند کہ این اسم از صفا
 مشتق ہے و ہر کس را اندرین معنی اندر تحقیق
 این طریقت لطائف بسیار است اما بہ
 مستفادے لغت ازین معنی بعید می باشد
 (۲۲ ص)

شیخ کے نزدیک صوفی وہ ہے جس کا قلب "صفا" سے لبریز ہو اور "گدڑ" (گندگی) سے خالی ہو
 اور اس مرتبہ تک کا ملانِ ولایت ہی پہنچ سکتے ہیں،
 "صفا صفت کدربود، کدر صفت بشر بود و بہ حقیقت صوفی بود آنکہ اورا از کدربود" (۲۳ ص)
 "صوفی نامے ست کہ مر کا ملانِ ولایت را محققان را بدین نام خوانند و خواندہ اند" (۲۴ ص)
 چنانچہ مقدمین مشائخ طریقت میں سے ایک بزرگ کا قول ہے کہ

من صفاۃ المحب صفو صفاۃ ومن
 جن کو محبت صاف کر دے اُسی پر صاف کا اطلاق
 ہوگا، اور جسے محبوب اپنے لیے صاف کرے اُسے
 صفا لا الجمیب غفص صوفی (۲۵ ص)
 صوفی سے موسوم کریں گے،

اہل تصوف کے تین درجہ ہیں، صوفی، متصوف، اور مستفوف، تینوں کی تعریف

شیخ ہی کے الفاظ میں سننے کے قابل ہے۔

”صوفی آن بود کہ از خود فانی بود و بحق باقی و از قبضہ طبار اُلع رستہ و بحقیقت پیوستہ و مقصود آنکہ بہ عبادہ این درجہ را ہی طلبد و اندر طلب خود را بر معاملات ایشان درست ہی کند و مستصوف آنکہ از برائے مال و منال و جاہ و حفظ دنیا خود را مانند ایشان کردہ و ازین ہر دو چیز بیچ خبر ندارد و تاحدے کہ گفتہ اند۔ المستصوف عند الصوفیہ کا الذا باب وعند غیر ہر کا الذا باب۔ مستصوف بہ نزدیک صوفی از حقیرے چون گس بود انچہ کند نزدیک دے ہوس بود و نزدیک دیگران چون گرگ بے اختیار بود کہ ہمتش لختے مرور بود۔“ (۲۵)

صوفی، صاحب وصول ہوتا ہے، کہ اُسے اصل مقصود حاصل ہو چکا ہے، مقصود صاحب اُصول ہوتا ہے، کہ اصل پر قائم رہ کر احوال طریقت میں مشغول رہتا ہے، مستصوف صاحب فصول ہوتا ہے، جس کی قسمت میں حقیقت سے محجوبی اور معانی سے محرومی ہے، (۲۵-۲۶)

بعض صوفیہ تقدیم نے صوفی، و تصوف کی جو تعریفات بیان کی ہیں، شیخ نے انہیں

بھی سند پیش کیا ہے، (۲۶-۲۹) مثلاً

(۱) الصوفی اذا انطق بان لفظه عن الحق
وان سكت لظقت عنه الجوارح بقطم
العادی

حضرت ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جب
گفتار میں آتا ہے، تو اوس کی زبان اوس کے حقیقت
حال کی ترجمان ہوتی ہے، اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کے

اعضا شہادت دیتے ہیں کہ وہ حقائق کو قطع کر چکا ہے،
(ذوالنون مصری)

(۲) المقصود لنت اقيم العبد فيه قيل
لنت للعبد ام للحق فقال لنت الحق حقيقة
ولنت العبد رسمًا

حضرت جنید بغدادی کا ارشاد ہے کہ تصوف نام
اوس صفت کا ہے جس میں بندہ کی اقامت ہو، لوگوں نے
پوچھا یہ صفت بندے کی ہی یا حق کی جواب دیا کہ حقیقت

(جنید بغدادیؒ)

وہ صفت حق کی ہو یہ ظاہر بندہ کی ہے،

(۳۴) المصون ترك على حظ للنفس

حضرت ابو الحسن نوری کا قول ہے کہ تصوف تمام خطوط

(ابو الحسن نوریؒ)

نفسانی کے ترک کا نام ہے،

(۳۵) الصوفية هم الذين صفت ارواحهم

انہیں بزرگ کا یہ بھی قول ہے کہ صوفی وہ لوگ ہیں جنکی

فصل في الصفة الاول بين يدي الحق

ارواح آئینہ شون سے پاک ہو چکی ہے اور وہ بال تعزیت

(ایضاً)

کے حضور میں صفت اول میں حاضر ہیں،

(۳۶) الصوفى الذى لا يملك ولا يملك

انہیں بزرگ سے یہ بھی منقول ہے کہ صوفی وہ ہے

(ایضاً)

جو نہ خود کسی کا مالک ہو نہ کوئی اس کا مالک ہو،

(۳۷) المصون روية الكون لبعين النقص

ابو عمرو دمشقیؒ ارشاد کرتے ہیں کہ تصوف نام ہے کائنات

بل تخفى الطيف عن الكون

کی جانب نگاہ عیب جوئی سے دیکھنے کا، بلکہ سرے سے

(ابو عمرو دمشقیؒ)

نہ دیکھنے کا،

(۳۸) المصون شرك لانه صيانته تطلب

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف ایک طرح کا شرک ہے

عن روية الغير ولا غير-

اس لئے کہ یہ نام ہے طلب کو "غیر" سے محفوظ رکھنے کا،

(شبلیؒ)

در آغائیکہ غیر کا سرے سے وجود ہی نہیں،

(۳۹) المصون صفاء السر من كد و دقة

شیخ حصریؒ کا مقلد ہے کہ تصوف نام ہے قلب کو فحاشی

المخالفة

(حصریؒ)

حق کی کدورت سے پاک رکھنے کا،

(۴۰) المصنف موى فى الدارين مع الله

شبلیؒ سے یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ صوفی دو دنوں

غیر الله

(شبلیؒ)

جہان میں بجز خدا کے کسی کو نہیں دیکھتا،

(۴۱) المصون اسقاط الرتبة للحق طاهراً

شیخ علی بن بندار نیشاپوری کا ارشاد ہے کہ تصوف یہ ہے

و باطناً،

کہ صوفی کو اپنا ظاہر و باطن نظر نہ آئے سب حق ہی

(علی بن ہذاؤیشا پوری) حق نظر آئے،

اسی باب میں اہل تصوف کے مزید خصوصیات، اون کے معاملات، اور انبیاء علیہم السلام کی پیروی میں اون کی کوششوں کو بیان کیا ہے،

(۴) باب الاربعہ فی لبس المرقعات۔ (۳۷-۳۸) چوتھے باب میں مرقع پوشی (یعنی پیوند کارلبادون) کے فضائل کا ذکر ہے، اور اس دستور کو سنت رسول و آثار صحابہ سے ثابت کیا ہے،

(۵) باب فی ذکر اختلافہم فی الفقر والصفۃ (۳۹-۴۰) اس باب میں اس مسئلہ پر بحث ہے کہ فقر و صفا دونوں میں افضل کون ہے؟ بعض صوفیہ نے فقر کو ترجیح دی ہے، اور بعض نے صفا کو شیخ نے محاکمہ کرنا چاہا ہے، پھر بھی بحث تشنہ رہ گئی،

(۶) باب الملامت۔ (۴۱-۴۲) اس باب میں اس آیت قرآن کی تفسیر میں دلائل مخافون لہ لمة لا تذر ذلک فصل اللہ لی یتہ من یشاء، طریقہ ملامت کی ستائش کی ہے، اور یہ دکھایا ہے کہ اہل حق راہ حق میں کسی ملامت کی پروا نہیں کرتے، بلکہ خلق کی نظرمیں رسوا و سزاوارتوں ہو کر اپنی شہیت و حق پرستی کا عملی ثبوت بہم پہنچاتے ہیں، اس طریقہ کی نشر و اشاعت کا سہرا شیخ ابو حمدون قصار کے سر ہے،

حصول ملامت کی تین صورتیں ہیں، ایک صورت ”راست رفتن“ یعنی معمولی طور پر راست روی کی ہے، لوگ اس میں خواہ مخواہ غور کرنے لگتے ہیں، دوسری صورت ”قصہ کردن“ کی ہے، یعنی بالقصد ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جس سے نفس کی حُب جاہ کو صدمہ پہنچے، اور لوگ زبان طعن و دراز کریں، یہ دونوں صورتیں محمود ہیں، تیسری صورت ”ترک کردن“

کی ہو، یعنی کوئی فعل خلاف شریعت اختیار کرنا یہ طریقہ سراسر ناجائز اور نتیجہ کفر و ضلالت طبعی ہے، (۷۳) زمانہ حال کے جو خرقہ پوش اپنے تئیں سلسلہ ملائمتیں توسل بتاتے ہیں، عموماً اسی آخری طریقہ پر عمل کرتے رہتے ہیں، یعنی فرائض شرعی کا ترک اور منہیات شرعی کا ارتکاب، اور اپنی اس گمراہی کا نام فقر و تصوف رکھتے ہیں، اس طبقہ کو پیش نظر رکھ کر شیخ کے الفاظ ذیل کا مطالعہ عبرت و وحشی سے خالی نہ ہوگا،

اما آنکہ طریقت ترک باشد و خلاف شریعت
چیزے بردست گیرد و گوید کہ این طریق
ملا مت می ورزم، آن ضلالت واضح باشد
و آفت ظاہر و دہوس صادق، چنانچہ اندرین
زمانہ بسیارے ہستند کہ مقصود نشان از رد
خلق قبول ایشان بود، (۷۴)

جو شخص طریق ترک کو اختیار کرتا ہے اور خلاف
شریعت کسی فعل کا ارتکاب کر کے کہتا ہے کہ میں
اصول ملائمتی کی پیروی کر رہا ہوں اس کا یہ فعل
ضلالت واضح، معصیت روشن اور نفسانیت صریح ہو
چنانچہ آج کل بہت سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں،
جن کا مقصود طریق ملائمتی کے پردہ میں نمود و نمائش

ہوتا ہے، نہ کہ اس کا ترک،

اس کے آگے اپنا ایک ذاتی تجربہ بیان کیا ہے، کہ اون کا ایک مرتبہ اسی طرح کے ایک
مصنوعی ملائمتی کا ساتھ ہو گیا، اس نے ایک بدکرداری کی اور اس کی غرض تحصیل ملائمت
بیان کی ان کے ایک رفیق نے اس کے اس فعل پر اعتراض کیا، اس پر اس نے آہ سرد
کھینچی، شیخ نے کہا اگر ملائمتی ہونے کے مدعی ہو، اور اپنے اعتقاد میں سچے ہو، تو اس رفیق کا
ٹوکنہ تعین گراں کیوں گزرا، تعین تو اور خوش ہونا چاہیے تھا، کہ مقصد ملائمت حاصل
ہو رہا ہے، شیخ کا یہ فقرہ آج کل کے شریعت شکن مدعیان فقر و کرامت کے لیے خصوصیت
کے ساتھ قابل غور ہے،

ہر کہ خلق را دعوت کنند بامرے از حق مران
جو شخص خلق کے سامنے دعوت حق لے کر آنے کا
راہِ بُرہانے باید بُرہانِ آن حفظ سنت باشد،
مدعی ہوتا ہے اُسے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی دلیل
چون از تو ترک فریضہ بنیم و تو خلق را بدان
بھی لانا چاہیے اور یہ دلیل پابندی سنت رسول ہے،
دعوت می کنی این کار از دائرہ اسلام می باشد
تم دعوت حق کے مدعی ہو، مگر جب تم نے صریحاً ترک فریضہ
کیا تو فیصلہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، (ص ۴۵)

(۶) باب فی ذکر ائمتہم من الصحابہ (ص ۴۶-۴۷) اس باب میں خلفاء اربعہ کا ذکر ہے، جو تمام
صوفیوں کے سرگروہ و پیشوا ہوئے ہیں، اور اس میں قدرۃ سب سے زیادہ اہمیت حضرت صدیق
و حضرت امیرؓ کو دی گئی ہے، حضرت صدیق کا تذکرہ ان الفاظ میں شروع ہوتا ہے،
”شیخ الاسلام و بعد از انبیاء خیر الانام، خلیفہ و امام، و سید اہل تجرید و شاہنشاہ اہل باب
تقرید، و از آفات انسانی بعید، امیر المؤمنین ابو بکر عبداللہ الصدیق کہ ویرا کرامات مشہور است
و آیات و دلائل ظاہرہ..... و مشائخ ویرا مقدم ارباب مشاہدت نهند،“
علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ذکر ان الفاظ میں ہے،

برادر مصطفیٰ و غریق بحر جلا و حریق نار و لا و مقصدائی جملہ اولیاء و اصفیاء ابو الحسن علی بن
ابن طالب کرم اللہ وجہہ اور اندرین طریقت شانے و درجہ رفیع بود،... تا حدیث کہ جلید
گوید رحمۃ اللہ علیہ شیخانی الاصول و البلا علی المرتضیٰ شیخ ما اندر اصول و اندر بلا شنیدن علی مرتضیٰ
است یعنی امام ما اندر علم طریقت و معاملات آن علی مرتضیٰ است..... اہل این طریقت قبل
کنندہ و اندر حقائق عبارات و دقائق اشارات و تجرید از معلوم دنیا و آخرت و نظارہ اندر
تقدیر حق و لطائف کلام و بیشتر از آنست کہ بہ عدد آند آید، (ص ۴۸)

(۸) باب فی ذکر ائمتہم من اہل البیت (ص ۴۸ تا ۵۰) یہ باب مناقب اہل بیت خصوصاً

امام حسنؑ، امام حسینؑ، امام زین العابدینؑ، امام ابو جعفرؑ، باقرؑ، و امام جعفر صادقؑ کے کمالات عالیہ پر مشتمل ہے،

(۹) باب فی ذکر اہل الصّفۃ (صفحہ ۵۷۵ - ۵۷۶) اصحابِ صّفۃ کے حالات میں مصنف نے اپنی ایک مستقل تصنیف منہاج الدین کا حوالہ دیا ہے، اس باب میں صرف اُن کے اسماء گرامی کو شمار کر دیا ہے،

(۱۰) باب فی ذکر ائمّہ من التّابعین۔ (صفحہ ۵۷۶ - ۵۷۷) یہ باب اویس قرنی، ہرم بن حیان خواجہ حسن بصری، اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہم کے تذکروں پر مشتمل ہے،

(۱۱) باب فی ذکر ائمّہ من تبع التّابعین۔ (صفحہ ۵۷۷ - ۵۷۸) اس باب کے تحت فی عنوانات ۶۴ ہیں اور ہر عنوان ایک ایک بزرگ کے تذکرہ کے لئے وقف ہے، امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، مالک بن دینارؒ، احمد بن حنبلؒ، حبیب عجمیؒ، ذوالنون مصریؒ، داؤد طائیؒ، معروف کرخیؒ، ابراہیم دھرم سریؒ، سفیؒ، فضیل بن عیاضؒ، جنید بغدادیؒ، ابو بکر شبلیؒ، منصور خلّاجؒ، ان چند پر سارے عنوانات کو قیاس کرنا چاہیئے،

(۱۲) باب فی ذکر ائمّہ من المتّخرین، (صفحہ ۵۷۸ - ۵۷۹) متّخرین صوفیہ میں دس بزرگوں کے حالات درج کئے ہیں، جن میں ابو الحسن خرقانیؒ، و امام ابو القاسم شیریؒ، کے نام خاص طور پر قابلِ لحاظ ہیں،

(۱۳) باب فی ذکر الرجال الصوفیہ من المتّخرین علی الاختصار من اہل البلدان - (۱۲۶-۱۲۷) اسے بابِ اقبل کا مکملہ سمجھنا چاہیئے، اس میں معاصرین صوفیہ کا تذکرہ ہے، اور ان کے طبقات کو ان کی وطنیت کی بنا پر تقسیم کیا ہے، مثلاً صوفیہ شام و عراق، صوفیہ پارس، صوفیہ قستان، آذربائیجان، و طبرستان، صوفیہ کرمان، صوفیہ خراسان، صوفیہ ماوراء النہر، صوفیہ

غزنین،

(۱۴) باب فی فرق فریقہ فی مذاہبہم۔ (۱۲۶-۱۲۷) کتاب کا سب سے طویل و ضخیم باب
یہی ہے، اس میں صوفیہ کے مختلف سلاسل، ان کے اصول اور باہمی فروق کا ذکر ہے، شیخ کے ہستی
میں اس وقت تک صوفیہ کے کل بارہ سلسلہ تھے، جن میں سے دس مقبول اور اہل حق تھے، اور
باقی دو مردود اور اہل ضلالت تھے، دس مقبول سلسلوں کے نام مع ان کے بانیوں کے حسب
ذیل ہیں، ب۔

نام بانی سلسلہ

نام سلسلہ

عبدالقدیر بن حارث محاسبی

(۱) محاسبیہ

ابو حمدون تھار

(۲) قصاریہ

بایزید بسطامی

(۳) طیفوریہ

حنید بغدادی

(۴) حنیدیہ

ابو الحسن نورانی

(۵) نوریہ

سہل تستری

(۶) سہلیہ

حکیم ترمذی

(۷) حکیمیہ

ابوسعید خدری

(۸) خدریہ

ابوعبداللہ خفیف

(۹) خفیفیہ

ابوالعباس ستیاری

(۱۰) ستیاریہ

گیارہویں سلسلہ کا نام جو مردودین و اہل ضلالت کا ہے، سلسلہ علویہ ہے، جس کا
بانی ابوطلحان دمشقی ہوا ہے، بارہویں سلسلہ کا نام کہ وہ بھی مردود ہے، درج کتاب نہیں،

اس کا انتساب فارس کی جانب کیا جاتا ہے۔ (۱۹۵) اس باب میں ضمنتاً اکثر ہمت مسائل
تقصوت پر بحث آگئی ہے، چند تحتانی ابواب کے عنوانات سے نوعیت مضامین کا اندازہ ہو سکے گا،
حقیقت رضا، فرق بین احوال والمقال، الکلام فی السکر والصحو، الکلام فی حقیقۃ النفس ومعنی
الہوی، الکلام فی مجاہدۃ النفس، الکلام فی حقیقۃ الہوی، الکلام فی اثبات الولاہیت، الکلام
فی اثبات الکرامت، الکلام فی البقاء والفناء، الکلام فی الغیبتہ والحضور، الکلام فی الجمع والتوفیق
تفصیل الانبیاء والاولیاء علی الملائکہ ورس علیہا،

باب چہارم ہم تک گویا تاریخی و تنقیدی حصہ تھا، اس کے بعد سے مستقل مسائل سلوک
کی تشریح شروع ہوتی ہے، اور حجابات کا کشف ہونے لگتا ہے، مصنف نے گیارہ حجابات قرار
دیئے ہیں، اور آئندہ ہر باب میں ایک ایک حجاب کو اٹھایا ہے، ہر باب متعدد فصول پر منقسم ہے،
عنوانات ابواب پر نظر کرنا کافی ہوگا،

(۱۵) کشف الحجاب الاول فی معرفۃ اللہ۔ ص ۲ تا ۲۰۸

(۱۶) کشف الحجاب الثانی فی التوحید۔ ص ۲۰۸ تا ۲۱۵

(۱۷) کشف الحجاب الثالث فی الایمان، ص ۲۱۵ تا ۲۱۹

(۱۸) کشف الحجاب الرابع فی الطہارت، ص ۲۱۹ تا ۲۲۶۔ اس میں ایک تحتانی باب

فی التوبۃ وما یتعلق بہا ہے،

(۱۹) کشف الحجاب الخامس فی الصلوۃ۔ ص ۲۲۶ تا ۲۳۹۔ اس میں ایک تحتانی باب

فی الحجۃ وما یتعلق بہا ہے،

(۲۰) کشف الحجاب السادس فی الزکوۃ۔ ص ۲۳۹ تا ۲۴۴۔ اس میں ایک تحتانی باب

ما یتعلق بہا ہے، ان کا پورا نام فارس بن عیسیٰ بغدادی درج کیا ہے، (تفہات الانس و۳)۔ مطبوعہ کلکتہ

جو دوستی پر ہے،

(۲۱) کشف الحجاب السالغ فی الصوم - ۲۵۰۰۲۲۲۲۲۲ اس میں ایک تحتانی باب

جو غریب ہے،

(۲۲) کشف الحجاب الثامن فی الحج - ۲۵۰۰۲۵۰۰۲۵۰۰ اس میں ایک تحتانی باب مشاہدہ

پر ہے،

(۲۳) کشف الحجاب التاسع فی الصبحۃ - ۲۵۰۰۲۵۰۰۲۵۰۰ صحبت کو سلوک و طریقت میں

جو مرتبہ اہمیت حاصل ہے، اس کے لحاظ سے یہ بالکل قدرتی ہے کہ یہ باب اس قدر مبسوط و مفصل ہے، آداب و احکام صحبت کی تفصیل میں یہ باب بجائے خود تحتانی ابواب پر منقسم ہے جن کے عنوانات حسب ذیل ہیں :- باب الصبحۃ و ما یعلق بہا، باب آدابہم فی الصبحۃ، باب

آداب الصبحۃ فی الإقامة، باب آدابہم فی السفر، باب آدابہم فی الاکل، باب آدابہم فی المشی

باب آداب نومہم فی السفر و الحضر، باب آدابہم فی الکلام و السکوت، باب آدابہم فی اسوال

باب آدابہم فی الترویج و التجرید،

(۲۴) کشف الحجاب العاشر فی بیان منطقتہم و حدود الفاطمہ و حقائق معانیہم (۲۵۰۰۲۵۰۰)

اس میں پہلے کسی قدر تفصیل کے ساتھ ان اہم مصطلحات کے معانی اور ان کے باہمی فرق کی

توضیح کی ہے جنہیں ارباب سلوک و طریقت استعمال کرتے رہتے ہیں مثلاً، حال و وقت،

مقام و تملک، محاضرات و مکاشفات، قبض و بسط، انس و ہیبت، قمر و لطف، نفی و اثبات

مسامحہ و محاذیہ، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، علم معرفت، شریعت و حقیقت وغیرہ،

نوعیت مباحث کا اندازہ اقباس ذیل سے ہوگا، جس میں شریعت و حقیقت کے تعلق باہمی

کو بیان کیا ہے :-

”شریعت فعل بندہ بود، و حقیقت داشت خداوند و حفظ و عصمت و پس اقامت
 شریعت بے وجود و حقیقت محال باشد و اقامت حقیقت بے حفظ شریعت ہم محال، و مثال این
 چون شخصے باشد زندہ بجان و چون جان از وے جدا شود، آن شخص مردارے باشد و جان
 چون بادے کہ قیمت شان از مقارنت یکدیگر است۔ همچنین شریعت بے حقیقت ریاء بود،
 و حقیقت بے شریعت نفاق، و خداوند گفت و الذین جاہدوا اخیالہم فی دینہم
 و سبلنا۔ مجاہدات شریعت آمد و ہدایت حقیقت۔ آن یکے حفظ بندہ باشد مرا حکام ظاہر را
 بر خود، و آن دیگر حفظ حق بود مرا احوال باطن را بر بندہ، پس شریعت از مکاسب بود و حقیقت
 از مواہب، صفت ۳

اس کے بعد مختصراً اور بہت سے مصطلحات صوفیہ کے معانی درج کئے ہیں، مثلاً حق،
 حقیقت، ذات، صفت، جوہر

(۲۵) کشف الحجاب۔ الحادی عشر فی السماع، ص ۲۲۰۔ یہ آخری باب جو سماع سے
 متعلق ہے، بجائے خود دس حصوں میں منقسم ہے، جن کے عنوانات یہ ہیں، باب سماع القرآن،
 باب سماع الشعر، باب سماع الاصوات و الاغان، باب فی احکام السماع، باب اختلافہم
 فی السماع، باب مراتبہم فی السماع، باب فی الوجد و التواجد، باب فی الرقص، باب فی الخرق،
 باب فی آداب السماع،

شیخ کے نزدیک سماع کی بہترین صورت سماع آیات قرآنی ہے، فرماتے ہیں۔

”ادنی ترین سماع مسموعات، مردل را بہ نو آند، سر را بہ زواید، و گوش را بہ لذت کلام خداؤ
 عز اسمہ است، و مامورند ہمہ مومنان و مکلف اند ہمہ کافران از آدمی و پیری شنیدن کلام
 ایزد تعالیٰ“ (ص ۳۰۷)

سمع قرآن کی فضیلت و استحسان سے تو کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہو سکتا، قابل بحث شے سمع مروجہ، یعنی سمع غناہی، شیخ خود سمع سنتے تھے، اور اسوہ رسول اور آثار صحابہ کی سند اپنے عمل کی تائید میں رکھتے تھے، (۳۱۶-۳۱۷) پناچہ ابو عبد الرحمن سلمیٰ کی کتاب السماع کا حوالہ بھی دیتے ہیں، جس میں انھوں نے جواز سمع کی تائید میں احادیث رسول و آثار صحابہ کو نقل کیا ہے، (ص ۳۱۷) تاہم فرماتے ہیں کہ:-

مراد شاخ متصوفہ ازین طلبیدن بجز اباحت	مناخج موفیہ اباحت سمع کے متلاشی نہیں رہتے، اسلئے
ست آنچه اعمال نواید باید، اباحت طلبیدن	کہ کسی عمل کو اس کی اباحت کی بنا پر نہیں نواید کی بنا پر
کار عوام باشد و بر محل مباح ستوراندندگان	اختیار کرنا چاہیئے، تلاش اباحت میں صرف عوام ہی ہیں
مکلف را باید تا از کردار فائدہ طلبند، (ص ۳۱۶)	سند جواز چارہ یوں کے لئے کافی ہو سکتی ہے، انسان جب کے لئے
” ” ” ” ”	مکالیف شرعیہ رکھی گئی ہیں اسے پہلئے کہ اعمال کو نوازد
” ” ” ” ”	روحانی کی بنا پر اختیار کرے

اس کے آگے ایک اپنا ذاتی واقعہ تحریر فرماتے ہیں، جو اس مسئلہ پر قول فیصل کا حکم رکھتا ہے، کہتے ہیں کہ،

وقتے من بہ مرو بودم یکے از ائمہ اہل حدیث	ایک زمانہ میں من مرو میں تھا، ایک روز وہاں کے مشہور
کہ معروف ترین ایشان بودم گفت کہ من	ترین امام اہل حدیث نے مجھ سے کہا کہ میں نے جواز سمع پر
اندر اباحت سمع کتابے کردہ ام، ہفتم بزرگ	ایک کتاب تصنیف کی ہے، میں نے کہا کہ یہ تو بڑا غضب ہوا
معیبتی کہ اندروین پیدا آمد کہ خواجہ امام	کہ حضرت امام نے ایک ایسے لہو کو طلال کر دیا جو ہر فرق
لہو سے را کہ اصل ہمہ فسق و است حلال کرد	کی جڑ ہے، انھوں نے کہا کہ اگر تم حلال نہیں سمجھتے ہو
مرا گفت پس اگر حلال نمی دانی تو چرا میکنی	تو خود کیوں سنتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اس کا

گفتہ حکم این بروجودہ است بر یک چیز قطع
 نہ توان کرد اگر تا شیر اندر دل حلال بود سماع
 حلال بود، و اگر حرام بود، حرام و اگر مباح بود
 مباح چیزے را کہ حکم ظاہر شفق است و
 اندر باطن جانش روشن بروجودہ است -
 اطلاق آن بر یک چیز محال باشد، (ملاحظہ)

حکم مختلف حالات پر منحصر ہے، کوئی ایک حکم قطعی طور پر
 نہیں لگایا جاسکتا، اگر سماع سے دل میں تاثر حلال
 پیدا ہوتی ہے تو سماع حلال ہے، اگر حرام پیدا ہوتی ہے
 تو حرام ہے، اگر مباح پیدا ہوتی ہے تو مباح ہے، ایسی شے
 جس کے ظاہر پر حکم شفق کا ہو اور جس کا باطن مختلف
 احوال کا تابع ہو اس پر کوئی ایک قطعی حکم لگانا محال ہے،

کتاب کے سب سے آخری باب میں جو آداب السماع کے عنوان سے ہے، شیخ نے حسب
 ذیل شرائط سماع تحریر کیے ہیں :-

(۱) خواہ مخواہ ارادہ کر کے سماع نہ سنے، طبیعت کو جب از خود رغبت ہو اس وقت سنے،
 (۲) بہت کثرت سے سماع کبھی نہ سنے، کہ طبیعت اس کی خوگر ہو جائے بلکہ کبھی کبھی سنے
 تاکہ مہیت سماع دل پر قائم ہے،

(۳) محفل سماع میں ایک مرشد یا پیر طریقت موجود رہے،

(۴) محفل میں عوام نہ شریک ہوں

(۵) قوال پاکباز ہو، فاسق نہ ہو،

(۶) قلب مکروہات دنیوی سے خالی ہو،

(۷) طبیعت اموال و لعب کی جانب آمادہ نہ ہو،

(۸) کسی قسم کا تکلف نہ کیا جائے،

تاثر سماع کے چند مؤثر واقعات لکھنے کے بعد، اور یہ تسلیم کر کے کہ سماع بعض صورتوں
 میں نفس انسانی کا بہترین مصلح ہوتا ہے، شیخ اپنے تئیں اپنا تجربہ بھی قلمبند کرنے پر مجبور پاتے ہیں کہ

اس زمانہ میں گراہوں کا گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے
جو فاسقوں کی محفل سماع میں شریک ہوتا ہے اور
کہتا ہو کہ ہم سماع حق کے لیے سنتے ہیں، فاسقوں کا
فسق و فجور اس سے اور بڑھتا ہے، یہاں تک کہ یہ
اور وہ دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔

اندین زمانہ گروہی علم شدگان بہ سماع
فاسقان حاضر شوند، و گویند کہ سماع از
حق می کنیم و فاسقان از آنکہ ایشان مرا
ایشان را اندران موافقت کنند بر سماع
کردن و بہ فسق و فجور چہیں تر شوند تا خود
ایشان ہلاک شوند، (۳۲)

یہ حال آج سے نو سو سال قبل کا تھا، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ موجودہ مشائخ، پیر زادگان،
سجادہ نشینان مزارات کی محافل سماع کس حکم میں داخل ہونگی،

باب (۳)

رسالہ قشیریہ

(امام ابوالقاسم قشیریؒ)

استاد ابوالقاسم قشیریؒ، شیخ حجویری صاحب کشف المحجوب کے بزرگ ہم عصر تھے، شیخ حجویریؒ نے پانچویں صدی کے وسط میں اپنی تالیف فارسی میں کی، اُستاد قشیریؒ، چند سال قبل اپنا رسالہ عربی میں مرتب کر چکے تھے، تصوف کے موجودہ قدیم ذخیرہ میں شہرت و اسناد کا جو مرتبہ تیار رسالہ کو حاصل ہو، کمتر کسی اور کے نصیب میں آیا، کتاب الملع کا پتہ لگنے سے پیشتر دنیا میں تصوف کی قدیم ترین کتاب یہی رسالہ خیال کیا جاتا تھا،

(۱) مصنف

تذکرہ میں حالات بہت مختصر ملتے ہیں، اسم گرامی ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری تھا، مولد خراسان تھا، مدفن نیشاپورؒ، تاریخ ولادت بقول شیخ الاسلام ذکر کیا انصاری شارج رسالہ، ربیع الاول ۳۳۵ھ، تاریخ وفات سب کے نزدیک مسلم ہے، ماہ ربیع الثانی ۴۶۵ھ اس حساب سے ۸۹ سال کی عمر ہوتی ہو، ہنوز بچہ تھے، کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ابتدائی تعلیم ابوالقاسم یحییٰ سے حاصل کی، جو عربی زبان و ادب کے نامور استاد تھے

۱۔ سفینۃ الاولیاء (۱۶۵۷ھ) لکھنؤ، ۲۔ رسالہ قشیریہ، مطبوعہ مصر، سرورق، ۳۔ ایضاً،

خدا ہی کے شوق میں شیخ وقت ابو علی وفاق کی خدمت میں حاضر ہوئے، ارشاد ہوا کہ پہلے علوم دینی میں اہل حاصل کرو، اس حکم کی تعمیل میں تفسیر، حدیث، کلام، اصول فقہ، نحو، شعر، وغیرہ جملہ علوم متداولہ میں تجربہ حاصل کیا، چنانچہ جن حضرات سے استفادہ کیا، وہ اس زمانہ کے بہترین ماہرین فنون تھے، مثلاً ابو الحسن بن بشران، ابو نعیم اسفرائینی، ابو بکر طوسی، ابو بکر بوسری، ابو اسحق اسفرائینی وغیرہ علوم ظاہری میں فراغت کے بعد ابو علی وفاق کی خانقاہ تصوف و فقر میں قدم رکھا، اور انھیں کی صاحبزادی سے عقد بھی کیا، ان کے وصال کے بعد شیخ عبدالرحمن سلمی (صاحب طبقات الصوفیہ) سے مستفید ہوتے رہے، بیعت شیخ وفاق ہی سے تھی، رسالہ میں ان کا ذکر خاص عقیدت کے ساتھ کیا ہے، اور ان کے نام کے ساتھ لقب اُستاد کا اضافہ کرتے گئے ہیں،

تصانیف ہر فن پر کثرت سے چھوڑیں، اور محققانہ، شیخ، جویریہ فرماتے ہیں :-

”زہد ہر فن اور لطائف بسیار است، و تصانیف نفیس جملہ تحقیق، کشف المحجوب (ص ۱۸۸)

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تصانیف ذیل کا ذکر کیا ہے :-

(۱) رسالہ قشیری،

(۲) ایک عظیم الشان و بے مثل تفسیر قرآن - ”تفسیر است نہایت کلاں و آن بہترین

تفاسیر است“

(۳) نحو القلوب،

(۴) لطائف الاشارات،

(۵) کتاب الجواہر،

(۶) کتاب احکام السماع،

یہ سارے معلومات بستان الحدیث، شاہ عبدالعزیز دہلوی سے ماخوذ ہیں، مثلاً خطبہ علامہ نقاشی تالیف ۱۳۵۵ھ و ۱۳۵۶ھ کے بستان الحدیث

(۶) کتاب آداب الصوفیہ،

(۷) کتاب مہیون الوجوب،

(۹) کتاب المناجات،

(۱۰) کتاب المنتہی،

عبادت میں بے رغبت و اہتمام تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوگا، کہ مرض الموت میں نواتل تک ترک نہ ہونے پائیں، اور نمازین برابر کھڑے ہو کر ادا کرتے رہے،

فقر و تصوف میں جو پایہ رکھتے تھے، اس کی کیفیت شیخ جویری کے الفاظ میں معلوم ہوگی۔

”اُستاد امام وزین الاسلام ابوالقاسم عبدالکبیر بن ہوازن القشیری، اندر زمانہ خود بدیع بود، و قد رش رفیع و منزلتش بزرگ و معلوم است اہل زمانہ را روزگار وے، و انواع نفسش۔ و اندر بہر فن اور الطایف بسیار است، و تصانیف نفیس، جملہ بالحق، و خداوند تعالیٰ حال و زبان وے را از حشو محفوظ گردایندہ بود،“ (کشف المحجوب، ۱۲۱)

مدینہ العلوم کی عبارت ذیل سے معلوم ہوگا کہ فاضل ہمہ دان اور جملہ علوم و فنون کے جامع نے پچھلے کان جا معابدین انشاء العلوم، کان فقیہاً اصولاً محققاً محدثاً حافظاً متعیناً نحو یالغویا (دیکھا)

منصور صلاح سے متعلق صوفیہ کے ایک بڑے گروہ کو ترد و تذبذب رہا ہی، اُستاد قشیری کا یہ مقولہ، جو متعدد تذکروں میں منقول ہے، اس باب میں قول فیصل سمجھا جاتا ہے:۔

چنانکہ اُستاد ابوالقاسم قشیری گفت در حق اُو کہ اگر مقبول بود بہ رخلق مردود نہ گردد و اگر مردود بود بہ قبول خلق مقبول نہ گردد،

شیخ ابوالحسن خرقانی کی عظمت سے تلمیح زیادہ متاثر تھا، صبا کشف المحجوب لکھتے ہیں:۔

از استاد ابوالقاسم قشیری شنیدم کہ چون من بدولایت خرقان اندر آمدم، نصاحتی نمود و عبارتہم نماز از چشمست آن پیر، و پنداشتہم کہ از دولایت خود معزول شدم، (ص ۱۱۱)
یعنی استاد قشیری مجھ سے فرماتے تھے کہ جب میں خرقان پہنچا تو اس بزرگ کی ہیبت اس درجہ طاری ہوئی کہ گویائی جاتی رہی اور تاب گفتگو نہ رہی اور یہ خیال پیدا ہوا کہ میں دولایت سے معزول تو نہیں کر دیا ہوں،

یہ قول شیخ فرید الدین عطارؒ نے بھی نقل کیا ہے، (تذکرۃ الاولیاء، جلد ۲، ص ۱۱۱)
صاحب کشف المحجوب نے متعدد صوفیانہ اقوال، امام قشیریؒ کے اپنے بیان نقل کیے کئے ہیں، ان میں سے ایک آدھ درجہ کئے جاتے ہیں،

مردمان اندر فقر و غنا سخن گفتہ اندر و خود	لوگوں کے اقوال فقر و تو انگری سے متعلق مختلف ہیں
را اختیار سے کردہ، و من آن اختیار کنم کہ	اور کسی نے ایک کو اپنے لئے اختیار کیا ہے، کسی نے
حق مرا اختیار کند و مرا اندر آن گاہ وارو	دوسرے کو، لیکن میں اُسی شے کو اختیار کرتا ہوں
اگر تو انگر و ارم غافل نباشم و اگر درویش	جو خدا میرے لئے اختیار کر دے اور جس میں مجھے
خواہم حریص و معرض نباشم (ص ۱۱۱)	رکھے، اگر تو انگر بنا کر رکھے تو غافل نہ ہوگا، اگر فقیر بنا کر
” ” ” ” ” ”	رکھے تو حریص و نا فرمان ہو کر نہ رہوگا،

مثل الصی فی کحلۃ البرسام اولہ ہدیان	صوفی کی مثال مرض برسام کی سی ہے، جس کے ابتدا
واخرہ سکوت فاذا اتمکت خست	میں ہدیان ہوتا ہے اور انتہا میں سکوت یعنی جب تم
” ” ” ” ”	کمال کو پہنچ جاتے ہو تو زبان لنگ ہو جاتی ہے،

شیخ فرید الدین عطارؒ کی روایت ہے کہ امام قشیریؒ سلمیٰ کے قائل نہ تھے:-

”نقل است کہ استاد ابوالقاسم سلمیٰ را متفقہ نہ بود“ (جلد ۲، ص ۱۱۱)

لیکن خود ~~میں~~ تشریف میں سماع سے انکار صریح نہیں پایا جاتا، بین بین کی سہی حالت ہو،
روایت ذیل کی ذمہ داری حضرت عطار پر ہے،

جس صبح کو حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر نیشاپور داروہونے والے ہیں، اوس کی شب
میں خود استاد ابوالقاسم تشریف اور اون کے تیس مریدون نے خواب دیکھا، کہ آفتاب میں پر
اُتر آیا ہو، صبح کو شہر میں شیخ کے درو کا غلغلہ ہوا، استاد موصوف نے اپنے حلقہ نشینوں کو
شیخ کے پاس حاضر ہونے سے منع کر دیا، لیکن جن جن شاگردون نے وہ خواب دیکھا تھا سب
حاضر خدمت ہوئے، استاد کو اس سے ملال ہوا، اور وہ خود شیخ سے ملنے نہ آئے، ایک روتر
سر منبر استاد نے بیان فرمایا کہ :-

مجھ میں اور ابوسعید میں یہ فرق ہے کہ ابوسعید خدا کو دوست رکھتا ہے، اور خدا مجھ کو پس
اوس کے اور میرے وہ نسبت ہے جو ذرہ کو کوہ سے ہوتی ہے،

کسی نے یہ مقولہ شیخ کے سامنے نقل کیا، ارشاد ہوا کہ ”میں تو کچھ بھی نہیں ہوں، ذرہ
اور کوہ سب کچھ ہی ہے،“ استاد نے یہ خبر سنی، تو اور زیادہ اشتعال پیدا ہوا، اور سر منبر کہہ دیا کہ
جو شخص ابوسعید کی مجلس میں جائیگا وہ بد نصیب یا مردود ہے، عین اسی شب کو خواب میں حضرت
سرور کوئین صلعم کی زیارت ہوئی، اس صورت کے ساتھ کہ حضور مکین تشریف لے جا رہے
ہیں، عرض کیا کہ قصد مبارک کمان کا ہے، ارشاد ہوا کہ مجلس ابوسعید کا کہ جو شخص وہاں
حاضر ہوگا، مردود، یا بد نصیب ہے، استاد گھبرا کر بیدار ہوئے اور وضو کر کے شیخ کی مجلس میں
حاضر ہوئے، یہاں پہونچ کر شیخ کی ظاہری شان و شوکت دیکھ کر پھر ایک بار بدگمانی پیدا ہوئی،
اور دل میں خطرہ گزرا کہ شیخ علم و فضل میں مجھ سے زائد نہیں مرتبہ روحانی میں ہم وہ برابر ہیں
پھر اسے یہ اعزاز و اکرام کمان سے حاصل ہے، شیخ کو از روئے کشف استاد کے اس خطرہ پر

اطلاع ہو گئی اور شب کے واقعات کا پتہ دینا شروع کیا، استاد کے تمام شکوک دور ہو گئے، اور طبیعت بالکل صاف ہو گئی۔ شیخ جب منبر سے اترے، تو دونوں صاحب بنگلیہ ہوئے، استاد ابوالقاسم اپنے خیالات سے تائب ہوئے، ربط باہمی اتنا بڑھا کہ ایک روز اپنے قول کی تردید کلی مین، سر منبر پر فرمایا، کہ

”جو شخص ابوسعید کی مجلس میں حاضر نہ ہو، نہجور یا مطرود ہے حضرت عطارؒ ہی اس روایت کے بھی ناقل ہیں کہ استاد ابوالقاسم سماع کے منکر تھے، ایک روز شیخ ابوسعیدؒ کی خانقاہ کے سامنے سے گزرے اوس وقت محفل سماع گرم تھی، استاد نے اپنے دل میں کہا کہ یہ لوگ جو ہر قدر برہنہ سر و برہنہ پامارے مارے پھرتے ہیں، شریعت میں اون کی ثقاہت مستند نہیں اور اون کی گواہی کا اعتبار نہیں، شیخ نے اسی وقت ایک شخص کو دوڑایا کہ استاد سے پوچھو کہ ہم کو کب تم نے پرچیت گواہ دیکھا تھا، کہ گواہی کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کا سوال پیدا ہوا،

(۲) تصنیف

کتاب کا پورا نام رسالۃ القشیرۃ فی علم التقویٰ ہے، سال تالیف حسب تصریح حضرت مولفؒ ۱۳۳۵ھ ہے، رسالہ کے مخاطب اصلی ممالک اسلامیہ کی معاصر جماعت صوفیہ ہے، جس کے ارکان کے نام یہ رسالہ گویا (بہ اصطلاح موجودہ) بہ طور کھلے خطائے شائع کیا گیا ہے چنانچہ مخاطبین سے اکثر صنیعہ جمع حاضرین خطاب ہے، غرض تصنیف یہ بیان کی ہے، کہ صوفیہ متقدمین دنیا سے خصلت ہو چکے، اُن کے طریقہ بھی اُن کے ساتھ ناپید ہو گئے، اب بجائے اون کے جو لوگ امن کی نیابت کے مدعی ہیں، اُن پر حرص و ہوا غالب ہے، وہ مجاہدات و عبادات کے تارک ہیں، اور غفلت و شہوت میں مبتلا،

لے تذکرۃ الاولیاء: جلد ۲، ص ۲۳۳، پوری حکایت اور طویل ہے، یہاں مختصر کر دی گئی، ۱۳۳۵ھ رسالہ قشیرۃ مطبوعہ مصر، ۱۳۳۵ھ ایضاً

اعلموا رحمکم اللہ ان المحققین من هذه الطائفة انقضوا اکثرهم ولم
 یبق فی زماننا من هذه الطائفة الا اشرعهم... حصلت الفترة فی هذه
 الطريقة لابل اندرست الطريقة بالحقیقة مضی الشیوخ الذین كانوا بهم
 ابتداءم وقل الشباب الذین كان لهم لبسیرتهم ومنتهم اقتدوا بوزال الورع و
 لیساطه واشتد الطعم وقوی رابطہ وارتحل عن القلوب حرمة الشریفة
 فعدوا قلة المبکلات بالذین اولئذ ذریعة ورفضوا التصریح بین المحلل
 والمحلوم ودانوا بترك الاحترام وطرحوا الاحتشام واستخفوا ابداً
 بالعبادات واستهانوا بالصوم والصلاة وكنوا فی میدان الغفلت وكنوا
 الى اتباع الشیخات

جب ان نام نہاد صوفیہ کی اخلاقی پستی حد سے گزر گئی، عبادت و طاعات میں انہماک
 کے بجائے اون کے ساتھ استغنائ شروع ہو گیا، شریعت کے اتباع کے بجائے اوس کی خلاف
 ورزی کو اپنے لیے باعث فخر سمجھنے لگے، روحانیت سے کوئی واسطہ نہ رہا اور سر تا سر نفسانیت
 غالب آگئی تو مخالفین کو حقیقت تصون سے انکار، اور متفرضین کو سلاک حقیقت پر اعتراض
 کے مواقع کثرت سے ملنے لگے، ایسی حالت میں مہنف کو ضروری معلوم ہوا کہ اس جماعت کی
 خدمت میں ایک رسالہ پیش کیا جائے جس میں سلف کے صوفیہ مصانیف کے حالات کا بیان اور
 ان کے اخلاق، عبادات، عقائد، و معاملات وغیرہ کا ذکر ہو، :-

فعلقت هذه الرسالة اليكم اكم مكرم الله وذكمت فيها بعض سير الشيوخ
 هذه الطريقة في آدابهم واخلاصهم ومعاملاتهم وعقائدهم بقرآنهم ومسا
 لمة الاشعير مطبوعة مصر،

اشاد والیہ من مواجید ہمد کیفیۃ ترقیہ من بدیتہم الیٰ معایتہم لتکون
لمریدی ہذہ الطریقۃ قیۃ۔

یہ حال پانچویں صدی ہجری کے آغاز میں حضرات صوفیہ کا تھا اس معیار سے اگر دور
موجودہ کے اکثر دعیان فقر و تصوف کے اعمال و افعال پر نظر کی جائے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے
کہ کن الفاظ میں اظہار رائے کرنا پڑے گا،

مطبوعہ رسالہ چوڑی تقطیع اور باریک ٹاپ کے ۸۶ صفحہ پر آیا ہے،
ابتداء کے چند صفحات (۲-۷) اصول توحید و مسائل توحید کے بارے میں متقدمین کے
اقوال منقولہ کی نذر ہیں،

باب اول کا عنوان فی ذکر شاخ ہذہ الطریقۃ و مایدل من سرہم و
اقوالہم علی تعظیم الشریعۃ ہے، اس کے ذیل میں کچھ اوپر انہی ہزرگون کا تذکرہ ہے،
جن میں سے ہر ایک اپنے ملک اور زمانہ میں تصوف کا رکن رکین ہوا ہے، مثلاً، ابراہیم ادھم، فضیل
عیاض، ذوالنون مصری، معروف کرخی، سہل تستری، سری سقطی، بایزید بسطامی، یحییٰ معاذ
رازی، شقیق بلخی، جنید بغدادی وغیرہم رحمہم اللہ، کتاب کا یہ طویل ترین باب ہو جو صحت سے
لیکھ کر تک آیا ہے،

آغاز باب میں لفظ تصوف و طریقہ تصوف کی تاریخ چند لفظوں میں بیان کی ہے،

ان المسلمین بعد رسول اللہ صلعم لم	رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے معاصر مسلمان کے لیے سب سے
یتسموا فاضلہم فی عصرہم بتسمیۃ	زیادہ پر غور و فضل لقب صحابی کا ہو سکتا تھا، چنانچہ اسی
علم سوی صحبۃ رسول اللہ صلعم	لقب سے اس وقت کے افاضل موسوم ہوئے، اسکے
اذلا فضیلۃ فی قضا فیہم الصحابہ	بعید دوسری نسل پیدا ہوئی تو ان صحابین صحابہ

ولما ادركهم اهل العصر الثاني سمي من
 صاحب الصحابة التابعين وراوا ذلك
 اشرف سمة ثم قيل لمن بعدهم اتباع
 التابعين ثم اختلف الناس وتباينت
 المراتب فقليل لخاص الناس ممن لهم
 شدة العناية بامر الدين الزاهد و
 العباد شمس ظهرت البيع وحصل اللدا
 بين الفرق فكل طريق ادعوا ان فهم
 زهاد افاضل وخواص اهل سنة الم
 انما سمعهم مع الله تعالى الحافظون
 عن طوارق العقلة باسم الصوف وشت
 هذا الاسم لهؤلاء الاصابه قبل المائتين
 ذيل من اكار طريقت کی چند حکایات و اقوال نقل کیے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہو سکا
 کہ ان حضرات کے نزدیک تصوف کی ماہیت کیا تھی، اور اسے موجودہ گور پرستی، پیر پرستی، و
 سجادہ نشینی، سے کچھ بھی علاوہ تھا،
 حضرت بشر حافی جن پر یہ کے امام طریقت گزرے ہیں، سب کو معلوم ہے، ان کے
 متعلق یہ واقعہ درج ہے:-

قال رايت النبي صلعم في المنام فقال لي
 يا بشير قد علم رفعك الله من بين اشراف
 حضرت بشر حافی کو فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلعم
 کی دولت زیارت نصیب ہوئی، ارشاد ہوا کہ اے بشیر

کے لیے تابعین کی اصطلاح چلی، اور ان کی آنکھیں
 دیکھنے والے تبع تابعین کہلائے، اس کے بعد جب
 قوم زیادہ پھیلی، اور طرح طرح کے لوگ پیدا ہونے لگے
 تو جن لوگوں کو امور دین میں زیادہ غلو و انہماک ہوا
 انھیں زہاد و عباد کہاجائے لگا، لیکن جب بدعتوں کا
 ظہور ہوا، اور فرقہ فرقہ الگ ہو گئے، تو ہر فرقہ اس کا
 مدعی بن بیٹھا کہ زہاد و عباد اسی میں ہیں، اس وقت
 اہل سنت کے طبقہ خاص نے جو ذکر آہی میں مشغول
 اور غفلتوں سے دور رہتا تھا، اپنے لیے اہل تصوف
 کی اصطلاح قائم کی، اور ہجرت کو ابھی دو صدیاں
 نہیں ہوئی تھیں کہ یہ لقب اس طبقہ خواص کے
 اکابر کے لیے مخصوص ہو گیا،

وہیبت و انس، تواجد و جدوجہد، جمع و فرق، فنا و بقا، غیبت و حضور، صحو و سکر، ذوق و شرب، محو و اثبات، محاضرہ و کاشفہ، قرب و بُعد، شریعت و طریقت، حقیقت نفس و نفس، علم یقین علیٰ یقین و حق یقین، وار و شاہد، روح و سر و غیرہ،

نمونہ دکھانے کے لیے دو ایک تعریفات کے اقتباسات یہاں درج کیے جاتے ہیں:-

المحی رفع اوصاف العادۃ والاثنات اقامة احکام العبادۃ، فن نفی عن احوال الخصال الذمیۃ واتی بدلھا بالانعال والاحوال الحمیدۃ فیہ، صاحب صحی واثبات، (مک) التلویں صفۃ الاباب الاحوال والتکلیف صفة اهل الحقائق، فنادام العبد فی الطریق فیہ صاحب تلویں لانہ یرتقی من حال الی حال و ینتقل من وصف الی وصف و ینخرج من مرحل و یحصل فی ما یرام فاذا وصل تمكن (مک)

النشائیۃ اسر بالقرام العبودیۃ والحقیقۃ مشاہدۃ الربوبیۃ، فعل شریعیۃ غیر من یدلّ بالحقیقۃ فغیر مقبول وکل حقیقۃ غیر مقیدۃ بالشرایع فغیر محمول (مک)

اس کے بعد احوال، مقامات و مسائل تصوف سے متعلق جتنے مقامات عنوانات ہو سکتے ہیں، سب کے متعلق الگ الگ ایک باب باندھا ہے، اور اس پر کلام آئی، احادیث رسول اوطوال سلف کی روشنی میں گفتگو کی ہے،

ان ابواب کی فہرست عنوانات حسب ذیل ہے، (مک-۱۵۱)

باب التوبۃ، باب المجاہدہ، باب خلوت و العزلة، باب التقوی، باب الورع، باب الزہد،

باب الصیبت، باب الخوف، باب الرجاء، باب الحزن، باب الجوع، ترک الشهوة، باب التخلوع

والتواضع، باب مخالفة النفس، باب الحمد، باب الغيبة، باب القناعة، باب التوكل، باب الشكر، باب اليقين، باب الصبر، باب المراقبة، باب الرضا، باب العبودية، باب اللزادة، باب الاستقامة، باب الاخلاص، باب الصدق، باب الحياء، باب الحرثية، باب الذكر، باب الفتوة، باب التفرغ، باب التحلق، باب الجود والسخاء، باب الغيرة، باب الولاية، باب الدعاء، باب الفقر، باب التصون، باب الادب، باب احكامهم في السفر، باب الصجبة، باب التوحيد، باب حوالهم عند الخروج من الدنيا، باب المعزة بالله، باب المحبة، باب الشوق، باب حفظ قلوب المشائخ، باب في السماع،
 یہ تمام ابواب باوجود اختصار کے وصف جامعیت رکھتے ہیں، ان ابواب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اکثر کا آغاز قرآن کی کسی نہ کسی آیت سے ہوتا ہے، اور یہ امر گویا دلیل ہے مصنف کے اس دعویٰ کی کہ تصوف کا ماخذ کلام مجید ہی ہے، چند عنوانات کی آیات افتتاحی ملاحظہ ہوں،

باب الحزن۔ قال الله عز وجل وقالوا الحمد لله الذي اذهب عنا الحزن،

باب التقوى۔ قال الله تعالى ان اكرمكم عند الله اتقوا

باب اليقين۔ قال الله تعالى والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل

من قبلك وبالاخرة هم يوقنون

باب الصبر۔ قال الله تعالى واصبر وما صبرك الا بالله

باب الفتوة۔ قال الله تعالى انعم فتية امنوا بر نعم ربهم وهدى

باب الحياء۔ قال الله تعالى انما ليكنم بان الله يرى،

آیات قرآنی کے بعد احادیث نبویؐ کو رکھا ہے، اور جن ابواب سے متعلق آیات

قرآنی درج نہیں کی ہیں، انہیں احادیث سے شروع کیا ہے، اور یہ اشارہ اس امر

کی جانب کہ کلام خدا کے بعد تصوف کا دوسرا ماخذ، کلام رسولؐ ہے،

(۵۳) باب اثبات کرامات الاولیاء۔ (۱۵۵-۱۵۷) یہ باب متعدد فصول میں تقسیم ہے جن میں

و توسیع کرامت کے امکان، شرائط وغیرہ پر بحث و گفتگو ہے،

(۵۳) باب رویا القوم (۱۵۷-۱۵۸) اس میں ماہیت نوم، رویا، صالحہ پریشان خوابی

و مسائل متعلقہ پر تفصیلی بحث ہے،

(۵۴) باب وصیۃ لمریدین۔ (۱۵۸-۱۵۹) کتاب کا سب سے آخری باب ہے، اور اس لحاظ

سے سب سے اہم بھی ہے، کہ بحالات ابواب سابقہ کے جن میں مصنف علیہ الرحمۃ نے عموماً صرف

نقل اقوال و حکایات پر اکتفا کیا ہے، اس باب میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر مریدین و طالبین کے لئے

کچھ نصائح بھی تحریر کی ہیں جنہیں مکتب تصوف کا دستور العمل کہنا چاہیے،

باب متعدد چھوٹی چھوٹی فصلوں پر تقسیم ہے، اور ہر فصل میں کسی اہم حقیقت، یا نصیحت کو

مختصر الفاظ میں قلمبند کر دیا ہے، چند نمونہ ملاحظہ ہوں۔

(الف) تصوف کی ساری بنیاد اس پر ہے کہ آداب شریعت کی پابندی رہے، حرام

و مشتبہ چیزوں سے دست کشی کی جائے، ناجائز اوبام و خیالات سے حواس کو آلودہ نہ ہونے دیا جائے،

اور غفلتوں سے بکھرنا اُتعالیٰ کی یاد میں وقت گزاری کی جائے،

و بناءً على هذا الامر وملاكه على حفظ آداب الشريعة وصون الید عن المدا الى الحرام

والشبه وحفظ الحواس عن المخطورات وعدا الانفاس مع الله تعالى عن الغفلات

۱۸۵

(ب) مرید کو ترک شہوات کے مجاہدہ میں دو اُما مشغول رہنا چاہیے، شہوات کی

پابندی اور پاکیزگی روح کا ساتھ ہونیں سکتا، اور مرید کے لئے اس سے بدتر پستی کوئی نہیں سکتی

کہ جس شہرت کو خدا کے لئے چھوڑ چکا ہو، اس کی جانب پھر رجوع نہ کرے،

ومن شان المرید دوام المجاہدۃ فی ترک الشہوات فان من وافق شہوۃ
علوم صفیۃ واقیم الخصال للمرید رجبۃ الی شہوۃ ترکھا اللہ تعالیٰ،

(ایضاً)

(ج) طالب کو اس کی بڑی احتیاط چاہیے کہ ایک مرتبہ جس بات کا عہد خداوند تعالیٰ
سے کر لے، اسے زور سے، طریقت میں نقص عہد کا وہی درجہ ہو، جو شریعت میں ارتداد
عن الدین کا ہے،

ومن شان المرید حفظ عہدہ مع اللہ تعالیٰ فان نقص العہد فی طریق الادارۃ
کالمردۃ عن الدین لا اهل الظاہر (ایضاً)

(و) طالب کو لازم ہے کہ دامن آرزو کو بہت نہ پھیلائے، فقیر کو صرف حال سے سروکار
رکھنا چاہیے، مستقبل کے متعلق خیالی پلاؤں پکاتے رہنا، اس کے لئے موزوں نہیں،
ومن شان المرید قص الامل فان الفقیر ابن وقتہ فاذا کان لہ تدبیر فی المستقبل

و قطع لغير ما هو فیہ من الوقت وامل فیما لیستافہ لا یجی منہ شیء

(۱۸۶)

(ھم) طالب کو یہ نہ چاہیے کہ مرشد کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھے،

ولا یبغی المرید ان یعتقد فی المسائخ العصبۃ بل الواجب ان یدرہم واحداً

فیحسن بہ الظن ویراعی مع اللہ تعالیٰ حدہ فیما یتوجہ علیہ من الامر والعلم کافیہ فی

التفرقة بین ما هو محمی وما هو معلول (۱۸۷)

(و) اہل دنیا کی محبت سے طالب کو ہر طرح بچنا چاہیے، اور اسے اپنے حق میں زہر قاتل

سمجھنا چاہیے، مزید تقرب الہی کے لیے مال کو اپنے پاس سے دور کرتے رہتے ہیں، اور صوفی
تحقق الہی کی غرض سے خلائق سے اپنے قلب کو خالی کرتے رہتے ہیں،

ومن شان المريد الباعدين اتباع الدينا فان محبتهم سم مجرب لانهم يتقون
به وهم يتقون بغير قال الله تعالى ولا تقم من اغفلنا قلبه عن ذكرنا وان الزهاد يخرجون
المال عن الكيس نفراً الى الله تعالى واهل الصفا يخرجون الخلق والمعارف من القلب
تحققاً بالله تعالى،

(ص ۱۸۶)

(۱۸۶) اسی سلسلہ میں حضرت مُصَنِّفؒ ایک اور سخت ترین خطرہ راہ، ”اصعب الافات“
فی ہذہ الطریقہ سے بھی متنبہ کرتے ہیں، جس کی تبلیغ، دور موجودہ میں، ہر صاحب سجادہ کے
آستانہ پر، ہر خانقاہ نشین کے دروازہ پر، ضروری ہے، لیکن اسے اُردو میں نقل کرنا، شاید
اکثرون کی آنکھیں نہی ہو جانے، اور چہرہ پر ندامت کی سُرخی دوڑنے کا باعث ہو، بہتر ہوگا
کہ اصل مضمون کا مطالعہ متن کتاب میں کیا جائے، یہاں صرف آغاز کی دو سطریں درج کی جاتی ہیں،
ومن اصعب الافات فی ہذہ الطریقہ صحبة الاحداث ومن ابتلاء بشیء
من ذلک فاجماع الشیوخ ذلک عبدہا نہ اللہ عز وجل وخذلہ بل عن نفسه شغلہ
ولو بالاف الف کرامة اہلہ وھب انہ بلغ مرتبة الشہداء الخ (ص ۱۸۷)

باب (۴)

فتوح الغیب

(شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صوفیہ کرام کے مختلف سلاسل و طبقات میں شہرت و مقبولیت سب سے زیادہ کس بزرگ کے حصہ میں آئی ہے تو اس کے جواب میں جو نام نامی متفقہ طور پر سب کی زبانوں پر آئے گا، وہ غالباً حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کا ہوگا، دوسرا اکابر کی شہرت عموماً اپنے اپنے حلقوں تک محدود رہی، حضرت شیخ جیلانیؒ کا اسم گرامی، حدود سلسلہ قادریہ سے تجاوز ہو کر ہر حلقہ، ہر سلسلہ، ہر طبقہ کے عوام و خواص کی زبان پر مختلف اسما و القاب کے ساتھ جاری ہے، آپ کا زمانہ و ورثہ کا آخر زمانہ تھا، اس لیے بھی آپ کے ارشادات خصوصیت کے ساتھ مستحق توجہ و غور ہیں،

(۱) مصنفؒ

اسم مبارک عبدالقادر تھا، ابو محمد کنیت تھی، محی الدین لقب تھا، متاخرین نے فرط

۱۔ حضرت کے حالات و مناقب کثیر القاد و تذکرون اور تالیفات میں مندرج ہیں، لیکن کثر تکررات ہیں یعنی ایک دوسرے سے ماخوذ و منقول ہیں، میرے پیش نظر اس وقت ماخوذیل ہیں (۱) نجات الانس جامی (۲) سفینۃ الاولیاء و الارکان (۳) شریح الخصال فی فضائل مشائخ الصوفیہ، امام عبداللہ یافعی (۴) انباء الانبیاء شیخ عبدالحق محدث دہلوی، (۵) قلید الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادر

۲۔ محمد بن یحییٰ مصری، جس کا اردو ترجمہ بحیات جاوہانی کے نام سے لاہور میں چھپ چکا ہے

عقیدت سے متعدد القاب کا اضافہ کر دیا محبوب سبحانی، غوث اعظم، قطب ربانی، وغیرہ، سلسلہ نسب جدی امام حسن علیہ السلام تک پہنچتا ہے، اور سلسلہ مادری امام حسین علیہ السلام تک اس لیے نام کے ساتھ سید حسنی و حسینی لکھا جاتا ہے، سایہ پداری بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا،

ولادت بہ اختلاف روایات ۱۲۸۴ھ یا ۱۲۸۵ھ میں ہوئی، مولد جیلان ہے، جو نواح طبرستان میں ایک قصبہ کا نام ہے، اور جس کے دوسرے نام گیل، جیل، وکیلان بھی ہیں، سال وفات بالاتفاق ۱۲۸۵ھ ہجری ہے، عمر شریف نوے سال کی ہوئی، ماہ ربیع الثانی ہی سب کو سلم ہے، تاریخ میں البتہ سخت اختلاف ہے، ۸۰، ۱۱۰، ۱۳۰، مختلف روایات منقول ہیں، داراشکوہ کی تحقیق میں قول اصح ۹ ربیع الثانی ہے، اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد تشریف لائے، عمر کا بیشتر حصہ یہیں گزرا یہیں وصال فرمایا، یہیں مدفون ہوئے،

سلسلہ تعلیم میں سب سے پہلے قرآن کو حفظ کیا، پھر ادب، فقہ، و حدیث کی باضابطہ تحصیل و تکمیل اپنے زمانہ کے اساتذہ کالمین سے کی، وسعت نظر و تبحر علمی کی شاہد خود آپ کی تصانیف غنیۃ الطالبین، و فتوح الغیب ہیں، مسائل فقیہیہ میں مذہب حنبلی رکھتے تھے، تدریس، افتاء و وعظ کے مشاغل ساٹھ سال تک جاری رہے، اور ایک بڑے گروہ نے علوم ظاہری میں تلمذ حاصل کیا، استفتاء و رد و دُور سے آتے رہتے، اور آپ برجستہ جوابات تحریر کرتے،

طریقہ باطنی کی تعلیم شیخ حماد، قاضی ابوسعید مبارک مخزومی، اور شیخ ابویعقوب یوسف ہمدانی سے پائی، پیر خرقہ قاضی ابوسعید مخزومی تھے، پیر صحبت شیخ حماد تھے، نسبت ارادت براہ راست، سرور عالم صلعم سے تھی، انوار فیوض کا نزول براہ راست سرکار رسالت سے ہوتا تھا، تذکرہ دین کر امت و خرق عادت کے واقعات اس کثرت سے منقول ہیں، کہ شاید کسی دوسرے بزرگ کے نہ ہوں، امام یافعی کہتے ہیں، کہ شیخ موصوف کی کرامات کی تعداد حد شمار سے

افزون ہی، اکثر بایہ تو اتر کو پہنچی، یا تقریباً پہنچی ہوئی ہیں، داراشکوہ کے الفاظ میں،
 ”اگر انچہ از آنحضرت در ایام حیات نہ ظہور رسید و انچہ الحال نیز مشاہدہ نمودہ می شود
 جمع کلمہ کتاب کلائے می شد“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ایک معاصر بزرگ، شیخ علی بن ہبیب کی شہادت نقل
 کرتے ہیں:-

”ندیم بیچ کے ازاں زمان خود اکثر الکرامات از شیخ عبدالقادر، ہر وقت ہر کہ
 از ما خواہد کہ ازوے کراستے مشاہدہ کند میکند، و خوارق ظاہر گردو، گاہے ازوے گاہے دروے
 و گاہے بوئے“

والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ تولد ہوتے ہی احکام شریعت کا یہ احترام تھا کہ رمضان بھر
 دن میں دو دودھ نہیں پیتے تھے، ایک مرتبہ ۲۹ شعبان کو ابرکے باعث چاند نہ دکھائی دیا، دوسرے
 روز اس ولی اور زاونے دو دودھ نہیں پیا، بالآخر تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اُس روز یکم رمضان تھی
 بچپن کا زمانہ تھا، آبادی کے باہر کھیل رہے تھے، ایک گائے کی دُم پکڑ کر کھینچی اُس نے
 پلٹ کر یہ کلام کیا، کہ اے عبدالقادر اس غرض سے دنیا میں نہیں بھیجے گئے ہو، معاً اُسے چھوڑ دیا،
 دل پر مہیبت طاری ہوئی، مکان اگر بالا خانہ سے دیکھا تو میدان عرفات میں حاجیوں کی قطاریں
 نظر آئیں، والدہ ماجدہ سے آکر عرض کی کہ راہ خدا ملے کرنے کی اجازت دیجیے، بغداد جا کر تحصیل
 علم کروں، انھوں نے سبب پوچھا، کل واقعہ ان سے بیان کیا، اُن نیک خاتون پر رقت
 طاری ہوئی، اُمّہ کرگین، ایک تھیلی لاکر فرزند مادر کے ہاتھ میں دی، اور فرمایا کہ

”بیٹا تمہارے والد مرحوم کل انٹی دینا چھوڑ گئے تھے، چالیس کی امانت تمہارے بھائی
 کے لئے محفوظ ہے، یہ چالیس تمہارے حوالہ، میری نصیحت و وصیت جو کچھ سمجھو اتنی ہے، اگر راستی کو

کسی حالت میں کبھی نہ چھوڑنا جاؤ تمہیں خدا کو سونپنا، اب قیامت کے دن دیکھنے کو ملو گے،
 راستہ میں ڈاکوؤں نے قافلہ پر حملہ کیا، شخص مال چھپانے اور جان بچانے کی فکر میں ہوا،
 مگر اس سعادتمند فرزند اور خدا کے برگزیدہ بندے نے صاف صاف اپنے پاس کی مالیت کو بیان
 کر دیا، قزاق راستبازی کی اس معجزہ مثال سے حیران ہو گئے، بالآخر اپنے پیشے سے تائب ہو کر داخل
 بیعت ہوئے،

منزل صدقین اسی قیام و استقامت کا نتیجہ تھا کہ آگے چل کر وہ مرتبہ اعظم حاصل ہوا،
 جو مقام صدیقیت کے لئے مخصوص ہے، اور جو ہر دون کے لئے تو کیا، اچھے اچھے رہبروں اور بڑے
 بڑے رہنماؤں تک کے لئے باعثِ رشک ہے،

تصانیف متعدد چھوڑیں، جن میں مندرجہ ذیل یا خود موجود ہیں، یا ان کے نام دوسری کتابوں
 میں محفوظ ہیں،

(۱) غنیۃ الطالبین۔ فقہ کی مشہور کتاب ہے، ہندوستان و مصر میں بار بار چھپ چکی ہے،

(۲) فتوح الغیب۔ فن سلوک پر،

(۳) الفتح الربانی معرون ہشش مجالس، مجموعہ مواظف،

(۴) جلاء الخاطر۔

(۵) بواقبت الحکم

(۶) الفیوضات الربانیہ فی الاوراد القدسیہ۔

(۷) حزب بنایہ الخیرات

المواہب الرحمنیہ والفتوح الربانیہ

یہ سب نام پر وفیسر مارگولیتس نے انسائیکلو پیڈیا
 آف اسلام میں آرٹیکل عبدالقادر محی الدین جیلانی
 کے تحت میں درج کئے ہیں،

یہ تمام تصانیف، بہ قول مارگولیتس کے مصنف کے فضل و کمال تفقہ فی الدین، و تبحر ثلوت پر

شاید عادل ہیں،

صحیفہ زندگی کی ایک ایک سطر احکام شرعیہ کے مطابق تھی، مکتوبات و مواعظ کا ایک ایک لفظ آیات کلام مجید سے مستند و مستند ہوتا تھا، تعلیمات میں سب سے زیادہ زور پابندی، شریعت و اتباع سنت پر تھا، وصال سے ذرا پہلے اکابر مشائخ عصر کا مجمع تھا، بڑے صاحبزادے شیخ سیف الدین عبد الوہاب نے عرض کی، کہ حضرت کچھ وصیت فرمائیے، جو اب میں لے کر رہا ہوں۔

عیدک بتقوی اللہ و طاعة ولا تخف احد
خدا کے تقویٰ اور طاعت کو اپنے اوپر لازم رکھو پھر خدا
ولا ترج ود کل الحائجر الی اللہ و اطلبہ امنہ
کے کسی سے خوف یا امید نہ رکھو، تمام حاجات کو خدا ہی کو
ولا تتق باحد سوا اللہ خدا التوحید
سوچ دو، اور اسی سے طلب کرتے رہو، پھر خدا کے
اجماع اکل،
کسی پر اعتماد نہ رکھو، لازم رکھو اپنے اوپر، توحید کو

توحید کو، توحید کو کہ اسی پر سب کا اجتماع ہے،

کثرت عبادت و ریاضات کا اندازہ ان واقعات سے کیا جاسکتا ہے، کہ چالیس سال تک عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کی، پندرہ سال تک یہ معمول رہا کہ بعد عشا پورا کلام مجید تم فرماتے تھے، پچیس سال تک صحرا میں اس تنہائی کے ساتھ بسر کی، کہ انسان کی شکل بھی نہیں دیکھی،

(۶) تصنیف

آج سے تین ساڑھے تین سو سال اوپر فتوح الغیب دُنیا کے لیے پردہ غیب میں تھی، شیخ سیف الدین عبد الحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۱۸۵ھ) جب فریضہ حج ادا کرنے گئے، تو مکہ معظمہ میں شیخ عبد الوہاب متقی قادری کے ہاں ایک نسخہ اس کتاب کا اون کی نظر سے گزرا، ہندوستان واپس آئے تو ایک دوسرا نسخہ یہاں بھی نظر آیا، اُس کا انھوں نے فارسی میں ترجمہ کیا، اور مفتاح الفتوح کے نام سے شرح لکھی، فتوح الغیب کا موجودہ مطبوعہ نسخہ شیخ عبد الحق ہی کی

تمذیب و ترتیب دیئے ہوئے نسخہ کی نقل جو خوان کی شرح کے ساتھ لاہور و لکھنؤ میں شائع ہوئی،
کتاب، حمد و نعت کے علاوہ، اٹھتر مختصر مقالات میں تقسیم ہے، آخرین چند اوراق مصنف
علیہ الرحمۃ کے حالات مرض الموت و وفات وغیرہ سے متعلق مرتب نے اضافہ کیئے ہیں،

(۱) مقالہ اول، تعمیلِ اوامر و اجتنابِ نواہی، و رضا بالقضا و پرہیز، (وفات) کے تین کہ
لا بد لكل من من في سائر احواله من الثلاثة ہر مومن کے لئے ہر حال میں یہ تین چیزیں لازمی ہیں،
اشیاء امر متنبیہ و نفی یجتنبہ و قدس ایک یہ کہ اوامرِ الہی کی تعمیل کرنا ہے، دوسرے یہ کہ
یرضی بہ فاقل حالۃ لا یجمل المؤمن فیہا من منہیات سے بچنا ہے، تیسرے قضا و قدر الہی پر راضی
احد هذه الامیاء الثلاثة الخ رہے، پس مومن کے لئے کم سے کم مرتبہ یہ چار کلمات ہیں
وہ ان تینوں چیزوں سے خالی نہ ہو،

(۲) مقالہ دوم، اتباع سنت و ترک بدعت (صفحہ ۱۴) پر ہے، اس کا یوں آغاز فرماتے ہیں:-

اتبعی ولا تبعد عن واطیع ولا تصرف و پیروی سنت کرتے رہو اور راہِ بدعت نہ اختیار کرو، اطاعت
کرد و لا تشرک و لیفعل الله ما یشاء یکم کرد، اور دلائل اطاعت سے باہر نہ آؤ، تو حید خداوندی کو
ما یرید و نرہ الحق ولا تتهموا و صدق مانو، اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، کہ وہی جو کچھ چاہتا ہے
ولا تشکوا و اصبروا ولا تجرعدوا و اجتمعوا اپنی مشیت و ارادہ سے کرنا ہو، خداوند تعالیٰ کو ہر نقص و عیب سے
علی الطاعة ولا تصرف ۱، پاک سمجھو اور اس پر تہمت نہ لگاؤ، اس پر اعتماد رکھو
اور شک و گمان میں نہ پڑو، صبر سے کام لیتے رہو، اور
بے صبری نہ کرو، طاعت حق پر جمع ہو، اور جماعت میں
تفرقہ نہ ڈالو،

اس مقالہ میں یہ تعلیم بھی ہے، کہ گناہوں سے توبہ کرنے اور غفلت کے دور کرنے میں تاخیر نہ کرو

اور شب و روز استغفارِ تقصیرات و رجوع الی اللہ کرنے کو اپنے اوپر بار نہ سمجھو،

(۳۴) مقالہ سوم، اس عنوان سے متعلق ہے کہ ابتلا و مصائب سے بندہ کے لیے کیا مقصود ہوتا ہے، (صفحہ ۱۰۸) اس میں نہایت خوبی و صحت کے ساتھ سالک کی نفسیت کی تشریح کی ہے، فرماتے ہیں کہ انسان پر جب کسی قسم کا کوئی درد دکھ وار دہوتا ہے تو سب سے پیشتر تو وہ اپنی ذاتی قوت و تدبیر سے اس کے دفع کی کوشش کرتا ہے، جب اس میں کامیابی نہیں ہوتی تو خلق کی جانب رجوع کرتا ہے، مثلاً سلاطین، اُمراء، اہل ثروت وغیرہ، یا اگر بیمار ہے تو اطباء کی جانب، جب اس میں بھی ناکام ہو چلتا ہے، تو پروردگارِ عالم کی درگاہ میں دعا و تضرع کے ذریعہ سے حاضر ہوتا ہے، انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے، کہ جب تک وہ خود دفعِ مضرت پر قادر ہے، خلق سے بے نیاز رہتا ہے، جب اپنے تئیں مجبور پاتا ہے، تو خلق کے سامنے دستِ اعانت و راز کرتا ہے، جب ادھر سے بھی سہارا نہیں رہتا، تو خالق کے آستانہٴ چین نیاز کرتا ہے اور نہایت خضوع و خشوع، الحاح و زاری کے ساتھ کبھی اُمید و ارانہ اور کبھی یاسانہ و عاینِ مشغول ہو جاتا ہے، جب خدا اس کو اس میں بھی ناکام رکھتا ہے، اور اس کی وعائین قبول کرتا، تو رفتہ رفتہ اس کی نظر میں تمام اسبابِ بے حقیقت ہو جاتے ہیں، اور اسے انقطاع الی اللہ حاصل ہو جاتا ہے، اُس وقت بندہ تمام تعلقات سے آزاد، روحِ مجرد رہ جاتا ہے، اور اوصافِ بشریت، ہوا و ہوس و خواہش و آرزو وغیرہ اس سے رخصت ہو جاتے ہیں، اس وقت اتنی صفائیِ باطن، نورانیتِ قلب حاصل ہو جاتی ہے، کہ اُسے ہر فعل کی فاعل ذاتِ خالق ہی نظر آتی ہے، اور یہ یقینِ شہودی حاصل ہو جاتا ہے، کہ تمام موجودات میں فاعلِ حقیقی صرف خدا تعالیٰ ہے، اور ہر راحت و سکون ہر خیر و شر، ہر سود و زیان، ہر عطا و نخل، ہر کشائش و بستگی، ہر موت و حیات، ہر عزت و ذلت، ہر توانگری و افلاس کی حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں، کہ وہ قادرِ مطلق ہی کی قدرت کا ایک ظہور ہے،

ہم آنکھ سے سلسلہ معرفت کامل پر جا کر منتہی ہوتا ہی، یعنی بندہ کو ہر شے کا مرجع و مبدی ذات
خداوند ہی محسوس ہونے لگتی ہی، اسرارِ قدرت اُس پر روشن ہونے لگتے ہیں، وہ خالق ہی کے کان
سے سنتا ہی، اُسی کی حمد و ثنا، شکر و دعائیں لگ جاتا ہی،

مقالات ذیل کی نوعیتِ مباحث کا اندازہ، جس میں سے ہر ایک بجائے خود نہایت اہم،
وچسپ و بصیرت افزا ہی، اُن کے عنوانات سے ہو گا،

- (۴) المقالة الرابع فی مراتب الموت عن الخلق والارادة (۲۵-۱۸)
- (۵) المقالة الخامس فی تنبیه حال الدنيا واشغال الہما بہا۔ (۲۵-۲۶)
- (۶) المقالة السادس فی الغنا من الخلق والہوی (۲۶-۴۰)
- (۹) المقالة التاسع فی بیان الکشف والمشاہدہ (۶۴-۶۳)
- (۱۰) المقالة العاشر فی بیان الخالفة النفس (۶۴-۷۸)
- (۱۳) المقالة الثلثة عشر فی تسلیم علی قضاء اللہ وقدرہ (۸۱-۸۹)
- (۱۶) المقالة السادسة عشر فی المنع من الاعتماد علی الخلق والاسباب (۹۴-۱۰۰)
- (۱۷) المقالة السابعة عشر فی معنی الوصول الی اللہ سبحانہ، (۱۰۸-۱۰۷)
- (۱۸) المقالة الثامنة عشر فی بیان معنی الرضا۔ (۱۰۸-۱۱۵)
- (۲۳) المقالة الثلثة والعشرون فی بیان القناعة۔ (۱۵۸-۱۶۹)
- (۲۷) المقالة السابعة والعشرون فی بیان النحر والشر (۱۵۸-۱۶۹)
- (۳۸) المقالة الثامنة والعشرون فی بیان الصدق والاخلاص فی سجاتہ تعالیٰ (۲۶۶-۲۲۸)
- (۴۸) المقالة الثامنة والاربعون فی حماقة من شغل بالنوافل وعلیہ فائض۔ (۲۶۴-۲۷۵)
- (۵۰) المقالة الخمسون فی الزہد۔ (۲۷۹-۲۸۳)

(۶۱) المقالة الاحادی والستون فی بیان الوزع والتقویٰ (۳۴۳-۳۴۴)

(۶۲) المقالة الثلثون والستون فی بیان الاخلاص والریاء (۳۴۵-۳۴۶)

(۶۳) المقالة الاحادی والستون فی الصبر علی البلاء (۳۴۷-۳۴۸)

(۶۴) المقالة الثمانون والستون فی بیان انحصال العشرة لارباب المحاسبة الجاهلۃ (۳۴۹-۳۵۰)

ذیل میں مختلف ابواب سے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں،

باب (۵۵) میں اپنے صاحبزادے کو وصایا ارشاد فرماتے ہیں، گویا وہ طریقہ تعلیم کرتے ہیں، جس پر طے سے انسان عاریت کامل بن سکتا ہے، موجودہ مشائخ گویہ ویکھکر حیرت ہوگی، کہ اس وصیت نامہ میں ان کے موجودہ شغالات مرہم کا کہیں ذکر نہیں، بلکہ تمام تر پابندی شریعت، ضبط نفس، و مجاہدہ کی تعلیم ہے، ارشاد ہوتا ہے:-

اوصیک بتقوی اللہ فطاعته لذم ظہا
من تمہین وصیت کرتا ہوں کہ خدا کا تقویٰ و طاعت
الشرع وسلامة الصدر، سخا النفس
انتیار کرو، اور شریعت ظاہری کی پابندی لازمی رکھو
لبتاسة الوجه وبذل المتدی دکت لادی
اور سیدہ کو (خواہشات و خجائز نفس سے) محفوظ رکھو،
وحمل الاذی والفقر وحفظ حرمت المشائخ
اور نفس میں جو انہروی رکھو، اور کشادہ رہو، اور جو
وحسن العشرة مع الاخوان والصیحة لله
شے عطا کرنے کے قابل ہے اسے عطا کرتے رہو، اور انہی
صاغر وترک الخصومة فی الارفاق وسلاذ
وہی سے باز رہو، اور آزار خلق و آداب درویشی کا تحمل
الاشار و حمانۃ الادخار:-
کرتے رہو، اور حرمت مشائخ نگاہ رکھو، اور برابر والوں سے
حسن معاشرت رکھو، اور خود کو نصیحت کرتے رہو،

(۳۹۵-۳۹۶)

اور اپنے رفیقوں سے جنگ نہ کرو، اور اتیار کو اپنے
اوپر لازم کرلو، اور ذخیرہ مال کراہیم کرنے سے بچو،

فقر کی حقیقت و لفظوں میں بیان فرمادی ہو،

وحقیقۃ الفقراء لا تقفقر الی من ھو فقری حقیقت یہ ہو کہ اپنی جیسی کسی ہستی کا علاج نہ ہو
(یعنی صرف خدا سے واسطہ رہے، اور مخلوقات سے)
مثلاً، (۳۹۶)

مطلق نہ رہے

تصوف کی تحصیل کس طرح انسان کے لئے ممکن ہو؟ قبل و قال، بحث و مباحثہ
والصوف اخذ من القیل والقال ولکن کے ذریعہ سے نہیں، بلکہ گرسنگی سے اور دنیا کی
عن الجوع وقطع المعرفات والمستحسناات خوشگوار و محبوب اشیاء کے ترک سے،
تصوف کی بنیاد کاربان آٹھ فصلتوں پر ہے، جن میں سے ہر ایک کا منظر ایک ایک نبی
اولوالعزم ہوا ہے، ان کے آثار قدم کی پیروی طالب تصوف کے لئے ناگزیر ہے،
المصنف منجی علی ثمان خصال السخا کا مجموعہ تصوف بنی بن آٹھ فصلوں پر، سچا ابراہیم پر، رضا
والرضاء للاسحاق والصبر لالیوب والاثناس اسحاق پر، صبر الیوب پر، مناجات زکریا پر، غربت
لنکر یا والغریبۃ لیحیی لیس الصوت لموسیٰ یحییٰ پر، خرقہ پوشی موسیٰ پر، سیاحت دیا جبرائیل علیہ
والسیاحۃ لعیسیٰ والفقیر لمحمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم علیہم اجمعین،

ایک پیر مرنے خواب میں آپ سے دریافت کیا کہ خدا سے بندہ کو قریب کرنے والی کیا
شے ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جو شے تقرب باری پیدا کرتی ہے، اس کی ایک ابتداء ہے، اور ایک
انتماء ہے، ابتداء اوس کی ورع ہے اور انتماء اوس کی رضا و تسلیم و توکل ہے، (۲۳۷)
آج بہت سے اہل غفلت کا یہ حال ہے کہ پابندی زکریا کی تعمیل قصود قطعہ کی جانب سے
غافل و سست ہیں اور اُسے نوافل و اوراد و وظائف میں مستعد اور خاص اہتمام رکھنے والے

اس طبقہ کی بابت ارشاد ہوتا ہے:-

يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ لَيْسَ تَعْلَ أَوْ لَا بِالْفِ الْفِ فَإِذَا
 خَرَجَ مِنْهَا اشْتَغَلَ بِالْإِسْنِ ثُمَّ لَيْسَ تَعْلَ بِالْفِ
 وَالْفِضَالُ مَنْ لَمْ يَخْرُجْ مِنَ الْفِ الْفِ فَالْإِسْنُ
 بِالْإِسْنِ حَقٌّ وَرَعْنَةٌ فَإِنْ اشْتَغَلَ بِالْإِسْنِ
 وَالْفِ الْفِ خَلَّ قَبْلَ الْفِ الْفِ لَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ
 وَابْنِ (۲۷۴)

مومن کو چاہیئے کہ سب سے پہلے فرائض پر متوجہ ہو،
 جب یہ ادا کر چکے، تب سنتوں کو اختیار کرے، اس کے
 بعد نوافل پر متوجہ ہو، لیکن جو شخص اپنے فرائض سے
 فارغ نہیں ہو چکا ہو، اس کے لیے سنتوں میں مشغول
 ہو جانا حماقت و نادانی ہے، ایسے کہ ادا کے فرائض
 سے قبل سنتوں و نوافل غیر مقبول رہیں گے، اور جو شخص

ایسا کرے گا خوار ہو گا،

فرائض کو چھوڑ کر سنتوں و نوافل میں مشغول ہونے والے کی مثال اس شخص کی

مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ يَدْعُو إِلَى الْمَلِكِ إِلَى خِدْمَتِهِ
 فَلَا يَأْتِي إِلَيْهِ وَلَقِيعَتُ بَعْدَ مَتَى الْأَمِيرِ الَّذِي
 هُوَ غُلَامٌ الْمَلِكِ وَخَادِمُهُ وَتَحْتَ يَدَيْهِ
 (۲۷۵)

سی ہے، کہ اُسے بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلاتا رہا ہو،
 اور وہ بادشاہ کے حضور میں نہ جاتے اور ایک
 امیر کی خدمت میں لگا رہے، جو خود اس بادشاہ کا
 زیر دست، خادم، اور غلام ہے،

نازی جب تک فرائض نہ ادا کرے، اس کے نوافل غیر مقبول رہتے ہیں، (۲۷۶) اسی طرح
 اُس نازی کے نوافل بھی جو سنتوں کو چھوڑ کر نوافل ادا کر رہا ہو۔ (ایضاً)
 شرک محض اصنام پرستی کا نام نہیں، بلکہ خواہش نفس کی پیروی کرنا، یا خدا کے علاوہ
 غیر خدا کی طلب کرنا، یہ سب شرک ہے، (۲۷۲-۲۷۳)

باب (۵)

عوارف المعارف

(شیخ شہاب الدین سہروردی)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرات صوفیہ میں نہ صرف ایک مسلم امام ہوئے ہیں، بلکہ ایک مستقل سلسلہ (سہروردیہ) کے بانی بھی تسلیم کیے جاتے ہیں، اور اسی نسبت سے اون کی کتاب عوارف المعارف کو مرتبہ استناد و قبول عام بھی حاصل ہے، اصل عربی میں کئی بار چھپ چکی ہے، فارسی میں ایک سے زائد ترجمہ ہو چکے ہیں، اردو میں بھی ترجمہ نکل چکا ہے، متاخرین کے سلوک کے علمی حصہ کا بڑا ماخذ یہی کتاب ہے،

(۱) مصنف

پورا نام ابو حفص شہاب الدین عمر بن محمد البکری سہروردیؒ، عام لقب شیخ اشوج تھا، معاصر صوفیہ دور سے دریافت مسائل میں ان سے رجوع کرتے، قیام بغداد میں رہتا تھا، ولادت ماہ رجب ۷۳۵ھ ہجری میں ہوئی، عمر طبعی پائی، انتقال محرم ۷۳۲ھ میں کیا، مزار بغداد میں ہے، مولد سہرورد تھا، جو عراق عجم کا ایک قصبہ ہے،

والد ماجد کا نام شیخ محمد قریشیؒ تھا، سلسلہ نسب بارہ پشتون سے حضرت صدیق اکبرؓ

سے نجات الانس صفحہ ۴۴۵ مطبوعہ مکتبہ، ۳۱۵ ایضاً و سفینۃ الاولیاء سلفۃ الاولیاء صفحہ ۱۱۳ مطبوعہ مکتبہ خزینۃ الانصاف ملکہ

منتہی ہوتا ہے،

ابتداءً اپنے حقیقی چچا شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ کے مرید ہوئے، اور پرورش بھی انھیں
کے سایہ عاطفت میں پائی، لیکن طبیعت کا رجحان علم کلام کی جانب تھا، متعدد کتابیں اس فن میں
ازبر کر لی تھیں، چچا اکثر اس فن سے مانع ہوا کرتے تھے، لیکن اثر نہ ہوتا تھا، ایک روز شیخ عبدالحقؒ
جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کو بھی ہمراہ لیا اور ان سے فرمایا کہ دیکھو، ایک ایسے بزرگ
کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں جن کا قلب خدا تعالیٰ کی خبر دیتا ہے، اون کے ویدار کی برکات
حاصل کرنا، حضرت شیخ جیلانؒ کی خدمت مبارک میں پہنچ کر انھوں نے عرض کی کہ یا حضرت
یہ میرا بھتیجا علم کلام میں مشغول رہا کرتا ہے، ہر چند منع کرتا ہوں، باز نہیں آتا، حضرت نے ان سے
مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ ”عمر کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں؟“ انھوں نے نام گنائے حضرت
نے سنکر اپنا دست مبارک اون کے سینہ پر پھیرا، ان کا بیان یہ کہ
”ہاتھ کا پھیرنا تھا، کہ بخدا ایک لفظ بھی مجھے ان کتابوں کا یاد نہ رہ گیا، خدا نے معاف تمام مسائل
کلامیہ میرے دل سے محو کر دیئے، اور قلب کو علم لدنی سے ملو کر دیا“

شیخ کے مریدین بہ کثرت تھے، اور مشہور تافضلین و کاملین، جو بجائے خود صاحبان سلسلہ
ہوئے ہیں، مثلاً شیخ بہار الدین زکریا ملتانی، شیخ حمید الدین ناگوری، شیخ نجیب الدین
علی بخش وغیرہمؒ

تصانیف کثیر چھوڑیں، چند کے نام معلوم ہیں، رشف النصائح، اعلام الہدیٰ فی
عقیدہ ارباب التقی، بہجت الاسرار (در مناقب غوث الاعظمؒ) سب سے زیادہ مشہور عرفان الہی
ہے جس کا سال تصنیف ۵۶۰ھ ہے،

ملہ خزینۃ الاسرار جلد ۱، ۲، ۳، سفینۃ الاولیاء، ۱، ۲، ۳، ایضاً، ۱، ۲، نفحات و خزینہ،

(۲) تصنیف

کل کتاب دو حصوں میں ہے اور ۶۳ بابوں پر مشتمل ہے، ۳۲ باب حصہ اول میں ہیں، اور ۳۱ حصہ دوم میں،

خطبہ کتاب میں حمد و نعت کے بعد ہی سبب تالیف کتاب یہ بیان کرتے ہیں، کہ گروہ صوفیہ میں انحطاط پیدا ہو چلا ہے، اوں کے اعمال فاسد ہوتے جاتے ہیں، اوں کے نقال بہت سے پیدا ہو گئے ہیں، اتباع کتاب و سنت کا سرِ شتمہ ہاتھوں سے چھوٹ گیا ہے اور خلقت حقیقت تصوف کی جانب سے بد گمان ہو چلی ہے۔

اس کے بعد ابواب کتاب کی فہرست درج کرتے ہیں، جو اس زمانہ کے مصنفین کے لئے ایک نادر شے ہے، اس کے خاتمہ پر جنید بغدادیؒ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد کہ

”ہمارے اس علم (طریقت) کی بساط سا لہا سال ہوئے، کہ لپیٹ کر رکھ دی گئی، اور ہم اب اس کے حاشیہ پر گفتگو کر رہے ہیں، بہ صد حسرت و تاسف فرماتے ہیں، کہ

بد اھذا القول منہ فی وقتہ مع
قرب العهد بعلماء السلف وصالحی الدین
فکیف بنا مع بعد العهد واقلة العلماء
المن اھدین والعاسفین بمحالیق
علوم الدین،
یہ اس وقت ارشاد ہوا تھا، درآنحالیکہ وہ زمانہ علم و
سافت و صلی و تابعین سے قریب تھا، میں ہمارا کیا
حال بیان ہو، جبکہ اس قدر زمانہ اور گزر چکا ہے اور
علمائے زاہدین اور عارفین حقائق دین کم ہو گئے

انحطاط تصوف کی یہ صورت ۵۵۰ھ میں تھی، فرزندِ ان مستقبل کو اس پر قیاس کرنا چاہیے کہ تقریباً آٹھ سو برس اور گزرنے کے بعد ۱۰۳۰ھ میں یہ پستی کس حد تک پہنچ گئی ہوگی؟ مطالب کتاب ایک سرسری و اجمالی اندازہ عنوانات و ابواب سے ہوگا،

(۱) فی ذکر منشأ علوم الصوفیہ، اس میں علم تصوف و علوم متعلقہ کی ابتدائی تاریخ اور انکا
مبدا اور منشأ بیان کیا ہے، (ص ۵۰-۱)

(۲) فی ذکر تخصیص الصوفیہ بحسن الاستماع، اس میں کلام خدا اور کلام رسول کے حسن
استماع اور اسکی برکت کا ذکر ہے (ص ۱۱-۱۲)

(۳) فی بیان فضیلتہ علوم الصوفیہ والاشارة الی انموزج منها، (ص ۱۲-۲۵)

(۴) فی شرح حال الصوفیہ و اختلاف طریقہم - (ص ۲۶-۲۹)

(۵) پانچواں باب مابین تصوف پر ہے (ص ۲۹-۳۲) اور

(۶) چھٹا باب تصوف کی وجہ تسمیہ پر - (ص ۳۲-۳۴)

(۷ تا ۹) ساتویں سے نوین تک تین باب تصوف، ملائمتی، اور مصنوعی اہل تصوف سے متعلق
ہیں، (ص ۳۴-۴۸)

(۱۰) دسویں باب میں مرتبہ شیخت کی شرح ہے (ص ۴۹-۵۱)

(۱۱) فی شرح حال الخادم و من تشبہ بہ - (ص ۵۱-۵۲)

(۱۲) بارہواں باب خرقہ مشائخ (ص ۵۵-۵۵) سے متعلق ہے،

(۱۳ تا ۱۵) یہ تین باب اہل خانقاہ و اہل صفہ کی باہمی نسبت و تعلقات کے بیان میں
ہیں، (ص ۵۵-۶۲)

(۱۶ تا ۱۸) یہ تین باب صوفیہ کے آداب سفر و قیام اور ان کے متعلقات پر ہیں (ص ۶۲-۶۴)

(۱۹) فی حال الصوفی المتسبب (ص ۶۴-۶۵)

(۲۰) فی ذکر من یاکل من الفروع (ص ۶۵-۶۶)

(۲۱) صوفیہ متجدد و متاہل کے احوال و مقاصد میں (ص ۶۶-۶۸)

(۲۲ تا ۲۵) یہ چار ابواب، سماع اور اوس کے متعلقات و شرائط کی نذر ہیں (۹۱-۱۰۹)

(۲۶ تا ۲۸) ان ابواب ثلاثہ کا موضوع صوفیہ کی چلہ کشی اور اس کے آداب و شرائط

ہیں، (۱۰۹-۱۲۰)

(۲۹ تا ۳۰) اخلاق صوفیہ کا بیان (۱۲۰-۱۲۵)

(۳۱) فی ذکر الادب و مکاتیب من القنوت (۱۲۵-۱۲۶)

(۳۲) فی آداب الحضرة الالہیۃ لہل القرب، (۱۲۶-۱۵)

جلد اول، باب سی و دوم پر ختم ہوتی ہے، باب سی و سوم سے جلد ثانی کا آغاز ہوتا ہے،

(۳۳ تا ۳۵) مقدمات طہارت، وضو، داسرار وضو کا بیان (۱۵-۲۰)

(۳۶ تا ۳۸) نماز اور اوس کے فضائل، آداب و اسرار کا بیان (۲۰-۲۲)

(۳۹ تا ۴۱) روزہ، اور اوس کے فضائل و اسرار کا بیان (۲۲-۲۶)

(۴۲ و ۴۳) طعام، اوس کے مفاسد و مصلح، اور آداب کا بیان (۲۶-۳۳)

(۴۴) آداب و لباس پر (۳۳-۳۴)

(۴۵) فضائل شب بیداری پر (۳۴-۳۶)

(۴۶) ان اسباب و حالات کے بیان ہیں جو شب بیداری میں معین ہوتے ہیں (۳۶-۴۷)

(۴۷) فی ادب الانبیاہ من النوم و العمل باللیل۔ (۴۷-۵۱)

(۴۸) عبادات شب کی تقسیم ہیں، (۴۷-۴۸)

(۴۹) فی استقبال النہار و الادب فیہ و العمل (۴۸-۵۲)

(۵۰) عبادات روزہ کی تقسیم ہیں، (۵۲-۵۹)

(۵۱) فرائض و آداب مریدین (۵۹-۶۵)

(۵۲) فرائض و آداب شیخ مین (۶۵-۶۹)

(۵۳-۵۵) ماہیت صحبت، اور اس کے حقوق و آداب مین (۶۹-۷۹)

(۵۶) معرفت نفس و مکاشفہ صوفیہ کے بیان مین (۷۹-۸۸)

(۵۷) فی معرفۃ الخواطر و تفصیلاً، (۸۸-۹۲)

(۵۸) حال و مقام کی تشریح، اور اون کا فرق۔ (۹۲-۹۵)

(۵۹) مقامات کا اجمالی بیان۔ (۹۵-۱۰۱)

(۶۰) مقامات کی تفصیل، اور اس ضمن مین توبہ، ورع، صبر، فقر، شکر، خوف، رجاء، توکل

و رضا کا بیان (۱۰۱-۱۱۰) (۶۱) احوال کی تشریح۔ (۱۱۰-۱۲۱)

(۶۲) بعض احوال مصطلح صوفیہ کی تفصیل، مثلاً جمع و تفرقہ، تجلی و استتار، مسامرہ، غیبت و

شہود، وغیرہ کا بیان۔ (۱۲۱-۱۲۶)

(۶۳) فی ذکر شئی من البدایات و النہایات و صحتہا۔ (۱۲۶-۱۳۳)

مثل دیگر قدما صوفیہ کے شیخ سہروردی بھی کتاب اللہ و کتاب رسولؐ پر پورا پورا عبور رکھتے تھے، علوم قرآن کے عالم متبحر اور فن حدیث کے پورے ماہر تھے، جو کچھ لکھتے ہیں اس کی ایک ایک سطر پر کتاب اللہ و اقوال رسولؐ خدا سے استناد کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جو ابواب اصولی و تعلیمی حیثیت رکھتے ہیں، تقریباً اون سب کا آغاز بجائے زید، عمر، ابوبکر کے اقوال کے قول خدا یا قول رسولؐ ہی سے کرتے ہیں، چند مثالیں قابل ملاحظہ ہیں باب (۴۸) تقسیم قیام اللیل پر جو اس کا عنوان اس آیت کریمہ کو بنایا ہے، والذین یسیتون لہم یعمربہم مجداً و قیاماً،

باب (۲۵) شرح حال صوفیہ پر ہے، اس کا آغاز اس ارشاد نبوی سے ہوتا ہے کہ قال
النس بن مالک قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بنی ان قد سات ان تصبلو و تسی و لیس
فی قلبک و غش لا حد فاعل ثم قال یا بنی و ذلك من سنتی و من احیى سنتی فہکما
احیانی و من احیانی کان معی فی الجنة،

باب (۲۶) اس کے حقوق صحبت و اخوت پر ہے، آیات ذیل اس عنوان کو زینت
دے رہی ہیں، و تعادلو اعلی البر و التقوی، و تواضعوا بالحق و تواضعوا بالحق
امشداً علی الکفار سحاء بنہم،

باب (۲۷) مقامات مشائخ پر ہے یہیں عنوانات درج خوف، رجا کا آغاز علی
الترتیب احادیث ذیل سے کرتے ہیں، ملاک دینکم الوسامع، ساس المحکمۃ بخافۃ اللہ
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و جل اخرجی امن الناس من کان فی قلبہ
مثقال حبۃ من خردل من ایمان ثم یقول و عزتی و جلاد لا یجل من ابی فی ثمن لیل و ثمن لیل
باب (۲۸) مقدمات و آداب طہارت پر ہے اس باب کا سرنامہ ذیل کی آیہ شریفہ کو
بناتے ہیں، فیہ سجال یحبون ان یتطہروا و اللہ یحب المطہیین،

آج ایک عام خیال پیدا ہوا ہے کہ تصوف، اسلام سے الگ، ایک مستقل نظام مذہبی
کا نام ہے اور نہ صرف ہندوستان کے جاہل مشائخ، بلکہ یورپ کے بعض فضلاء مشرقین
بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا نظر آتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ تصوف، ہندوستان، یونان، مصر
ایران کے روحانی اثرات کے مجموعہ کا نام ہے، جس میں بعد کو اسلامیت کے عناصر بھی
مخلوط کر دیئے گئے، حالانکہ یہ خیال تمام تر غلط ہی جیسا کہ اس رسالہ کے دیگر ابواب میں
کتاب اللع کشف الحجب، رسالہ قشیریہ، فتوح الغیب وغیرہ کے اقتباسات سے دکھایا جا چکا ہے

دریخت ثابت جو چکا ہو کر تصوف پختہ آئی، فاضل و سب سے آریہ مختصر مرتبتین اسلام کی کامل ترین صورت کے مراد ہے، بیرونی عناصر کا امتزاج صرف اس وقت شروع ہوا جب تصوف دور انحطاط میں آچکا تھا،

شیخ سہروردی بھی اس باب میں دیگر اکابر طریقت کے ہمزبان ہیں، ان کے نزدیک تصفیہ قلوب و تزکیہ نفس براہ راست تعلیمات مصطفوی کا ثمرہ ہے، اور جو شخص اس سرچشمہ ہدایت درشد سے جتنا زیادہ سیراب ہوا، اسی مناسبت سے صفات قلب و تزکیہ نفس میں بھی اس نے زیادہ متنازعہ مرتبہ حاصل کیا، تفسیر، اصول، تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم الفرائض و علم الکلام معانی و بیان، لغت و نحو، غرض وہ تمام علوم جو فہم شریعت میں کام آتے ہیں، سب کے سب ضد تصوف نہیں بلکہ مقدمات تصوف و مبادی طریقت ہیں خلقت کی اصل، ذات رسالہ مآب ہو ساری کائنات اسی کے طفیل میں ہے، اور یہی ذات اقدس دنیا میں علم و ہدایت لیکر آئی، ایسے جو شخص اپنی پاکیزہ طینتی کے باعث جتنا زیادہ اس جوہر گرامی سے قرب و مناسبت رکھتا ہے اسی قدر وہ علم و ہدایت سے زیادہ بہرہ ور ہوتا، اور دوسروں کے لئے باعث ہدایت بنتا ہی یہی گروہ صوفیہ اور بہ اصطلاح قرآن گروہ مقربین کہلاتا ہے،

کلام الہی میں ارشاد ہوتا ہو کہ،

نَبِّشْ عِبَادِي الَّذِينَ يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ
فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ
وَلَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ (نور)

اسے پیروں کے لئے ان بندوں کو فرمادہ پہنچا دو جو پہلے
کلام کو حسنِ استماع کے ساتھ سنتے اور اس کی اچھی
باتوں پر چلتے ہیں، یہی لوگ ہیں جنہیں خدا نے

ہدایت دی ہے، اور جو صاحب عقل سلیم ہیں،
 گویا ہدایت کا اصل راز حسن استماع ہی، پھر توفیق کا عقیدہ ہے کہ آئینہ بالا میں جس شے
 کو "لب" یا دانش سے تعبیر کیا ہے، اس کے کل ستر حصہ ہیں، جن میں سے تین حصے حضرت
 رسالت پناہ کے حصہ میں آگئے، باقی ایک حصہ تمام کائنات کے مومنین پر تقسیم ہوا
 ہے، یہ جزو بچائے خود اکیس اجزاء پر مشتمل ہے، ایک جزو سب مومنین میں برابر مشترک ہے،
 یعنی کلمہ شہادت، باقی بیس حصوں میں مومنین پر کاٹا اپنی قوت ایمانی کے ایک دوسرے
 سے برتر و فروتر ہیں، آئینہ بالا میں "حسن القول" جس شے سے عبارت ہے وہ رسول اللہ ﷺ
 پر نازل ہوا، پس جو شخص اس کے اتباع اور اس کے حسن استماع میں جتنا غلو رکھے گا اسی
 قدر وہ صفتِ تقرب سے زیادہ موصوف ہوگا، اور اسی صفت رکھنے والے کا نام صوفی ہے،
 اور یہ جو کلام مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ اسے ایمان والو!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَ
 لِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

(انفال ع ۳۰) دعوت دیتے ہیں، جو تم میں نئی روح پھونکتا ہے

سو شیخ واسطی نے اس کی شرح میں لکھا ہے، کہ زندگی سے مراد یہ ہے، کہ انسان اپنی مین
 تمام علاقوں سے لفظاً و عملاً ہر طرح آزاد کرے اور بعض رفیعہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں، کہ
 خدا کی دعوت قبول کرو،

اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ اسباباً کہو للرسول ﷺ کہو

خیات و النفس بتائید الہی کو صلیم و حیات قبول کرو اپنے ظاہری اعمال سے، اسلئے کہ حیات

وحیات القلوب بمشاهدات القیوب نفس عبارت ہے متابعت رسولؐ سے اور حیات قلوب
وہو الحیاء من اللہ تعالیٰ برویۃ التفسیر مشاہدہ غیب سے جس کے معنی یہ ہیں، مگر گناہ کے نثریم
میں حق تعالیٰ سے شرم کیا ہے،

ان مقدمات سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا تھا، اور وہی شیخؒ نے نکالا ہے، یعنی یہ کہ
تصوف نام ہو، قولاً، فعلاً، خلاً، ہر حیثیت سے اتباع رسولؐ کا، اور اسی پر مداومت رکھنے
سے جب اہل تصوف کے نفوس مقدس ہو جاتے ہیں، حجابات اٹھ جاتے ہیں، اور ہر شے
میں اتباع رسولؐ ہونے لگتا ہے، تو اس صورت میں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت لاگو
آجاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ وہی موجود ہو کہ اسے پیغمبر کہہ دو،
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعْنِیْ یُحِبِّکُمْ کہ اگر خدا کو دوست رکھتے ہو، تو میری متابعت کرو، خدا
تم سے محبت کرنے لگیگا،

متابعت رسولؐ عین محبت الہی کی علامت ہے اور اتباع رسولؐ کا صلہ ہی محبت الہی توڑا
دیا گیا ہے، پس جو شخص جتنا زائد متبع رسولؐ ہو اسی قدر
فاوفا الناس حظاً من متابعتہ اللہ علی زائد وہ محبت الہی کا بھی حصہ دار ہے، اور تمام اسلامی
افہم حظاً من محبة اللہ تعالیٰ والقصہ گروہوں میں صوفیہ ہی نے سب سے زیادہ اتباع رسولؐ
من بین طوائف الاسلام طفاؤ الحجب کیا ہے،
المتابعت

اعمال نبویؐ میں بہ لحاظ کثرت عبادات، و قیام تہجد، نوافل صوم و صلوة اور اخلاق و
اقبال نبویؐ میں بہ لحاظ عفو و حلم، رافت و رحمت، حیات و تواضع، مدارات و نصیحت، اور
سب سے خوار و صغیر، سب سے ایذا و صغیر، سب سے ایذا

احوال نبویؐ میں بلحاظ زہد و توکل، صبر و رضا، خشیت و ہیبت سب سے زیادہ گروہ صوفیہ ہی

حق اتباع سنت نبویؐ ادا کیا ہے، گویا گروہ صوفیہ نام ہی اسی گروہ کا جس نے

فاستقوا فی جمیع انصام المتابعات و ہر قسم کی متابعت کا حق ادا کر دیا، اور سنت

احیائی سنتہ باقصی الغایات رسول کو انتہائی درجہ تک زندہ کر دیا،

پس یہی گروہ صوفیہ صافیہ و حقیقت اس بشارت عظمیٰ کا بھی اہل ہے، جو حدیث نبویؐ میں وارد

ہوئی ہے، کہ

من احیا مسنتی احیانی ومن احیانی کما

معنی فی الجنة زندہ کیا، وہ میرے ہمراہ جنت میں ہوگا،

صوفیہ قدیم کے ایک مسلم سرخیل شیخ عبدالواحد بن زید سے لوگوں نے صوفی کی تعریف

دریافت کی، تو انھوں نے کہا کہ صوفی وہ لوگ ہوتے ہیں جو

قال القائلون لبعقو لهم علی فهم السنة اپنی عقل کو سنت رسولؐ پر صرف کرتے ہیں اور

والعاکفون علیہا لقلی بهم والمعتصمون اپنے قلوب کو اس پر متوجہ رکھتے ہیں، اور اپنے نفس

لبیدہم من شرفلق سمہم هم الفیہ کی خباثتوں سے اپنے سرور (رسول اللہ ﷺ) سے

کے دامن میں پناہ لیتے ہیں، ان لوگوں پر صوفی کا

اطلاق ہوتا ہے،

شیخ سہروردیؒ اس تعریف کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں، کہ

هذا وصف تام وصفہم یہ یہ ان کی بہترین تعریف ہے جو کی گئی،

آج سوال صرف اتنا ہے کہ مشائخ و صوفیہ حال کی اکثریت پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے؟

اور جو دعویٰ ان فقر و طریقت، اتباع سنت و شریعت کو اپنے مرتبہ سے فروتر قرار دیتے ہیں
ان پر لفظ صوفیہ کا اطلاق کسی حد تک بھی درست ہو سکتا ہے؟

آج کسی انسان کے پیرو مرشد بننے کے لیے صرف یہ وصف کافی سمجھا جاتا ہے کہ وہ
کسی بزرگ کی درگاہ کا صاحب سچا پیر زادہ یعنی کسی بزرگ کی اولاد ہو، لیکن قدام
ان اصطلاحات اور اون کے مفہوم سے یکسر بیگانہ تھے، ان حضرات کے نزدیک مرتبہ
شیخ طریقی تصوف میں اعلیٰ ترین

مراتبہ الشیخۃ من اعلیٰ المراتب فی طریق الصوفیۃ مراتب سے ہے، اور شیخ دعوت الی اللہ میں گویا
دنیا بقاء النبوة فی الدعاء الی اللہ، نیابت نبوت کے منصب پر فائز ہوتا ہے،
استحقاق کا معیار بجائے نسبتی و نسبی قرابت کے، پیروی راہ حق و اتباع مسلک خیر تھا
شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی اکثر ارشاد فرماتے تھے کہ

دکثیراً کان شیخنا شیخ الاسلام ابو نجیب میرا ازندہ ہی ہے، جو میرے طریقہ پر چلا اور جس نے
بقول دلدی من سلاک طریقی و اہتدی میری راہ و ہدایت اختیار کی،
بہیدگی

شیخ کے مرتبہ کمال کا معیار بھی وہی اتباع و اقتداء رسولؐ ہی، اگر شیخ کی نسبت
اقتداء و اتباع درست ہے، تو حسب نص قرآنی، وہ خدا کی نظر میں محبوب ہوگا،
موجودہ صوفیہ میں بعض بزرگوار اپنے تئیں طریقہ ملا متی، و قلندری کا متبع بتاتے
ہیں، تا کہ لیس شریعی کو اپنے سے ساقط سمجھتے ہیں، اور علانیہ اپنے وضع و لباس، اکل و شرب
ترک و انقض و ازکاب منہیات سے احکام شریعت کا استخفاف کرتے رہتے ہیں اور

اُسے غر کے ساتھ اپنے کمال روحانیت کی دلیل سمجھتے ہیں،

ملا متیہ و قلندر یہ کا وجود شیخ کے زمانہ میں بھی تھا، وہ نفس طریق ملا متی کی عظمت کے پوری طرح قائل ہیں، اور بجائے خود طریق ملا متی کو فقر و تصوف، صدق و اخلاص، کے بلند مرتبہ پر رکھتے اور اس کو مستمسک بہ آثار و سنن قرار دیتے ہیں، انھما لیسوا شیعہ غریزہ و ملت با السنۃ و الجمال (۱) انکے نقطہ خیال کی پوری توضیح ملا جامیؒ نے نفحات الانس میں کی ہے، فرماتے ہیں:-

و ملا متیہ، جہلئے باشند کہ در رعایت معنی اخلاص و جانفت قاعدہ صدق و اختصاص

قائمت ہمد مذلول و از بند و جدا احتیاج طاعات و کتم خیرات از نظر خلق مبالغت واجب اند

با آنکہ بیچ و بقیہ از صوالح اعمال میل نہ گذارند و تمسک بر جمیع زرائع و نوافل از لوازم

شمرند، و مشرب ایشان در کل اوقات تحقیق معنی اخلاص بود۔ و لذت شان در فقر و فقر حق بہ

اعمال و احوال ایشان۔ در بچیان کہ عامی از ظہور مصیبت پر خد بود، ایشان از ظہور طاعت

کہ منقطع رہا باشد حذر کنند، با قاعدہ اخلاص خلل نہ پذیرد۔

یہ اُن لوگوں کی کیفیت ہوتی ہے، جو فی الواقع مسلک ملا متیہ کے سالک ہوتے ہیں، لیکن

ریا کاروں کا ایک گروہ، آج سے نہیں، شیخ ہی کے زمانہ سے موجود رہا ہے، جس کو تصوف،

فقر، و روحانیت سے کوئی واسطہ نہیں، با اینہما

من ذلک قوم یسمون لھن مسھم قلندریہ وہ کبھی اپنے تئیں ملا متیہ کہتے ہیں، اور کبھی قلندریہ

قائد و ملا متیہ اخوی (۲) مشہور کرتے ہیں،

اس کے بعد ملا متیہ و قلندر یہ و صوفیہ کے درمیان اصولی فرق بیان کر کے، شیخ اس ریا

کار گروہ کے متعلق فرماتے ہیں، کہ گمراہوں کے ایک گروہ نے اپنے تئیں،

۱۔ نفحات الانس، جامی، صفحہ ۹۰۔ (مطبوعہ کلکتہ)

وقوم من المفتونين سمل انفسهم ملا متيه ملا متيه مشہور کر رکھا ہو، اور لباس صوفیہ پہن کر
 ولبس البسة الصوفية لينسبوا بها الى الكفر تاکہ اُس کا شمار صوفیہ میں ہو، حالانکہ انھیں صوفیہ
 وما هم من الصوفية بشيء بل هم في غمرا سے کوئی لگاؤ نہیں، بلکہ یہ لوگ دھوکے اور گمراہی
 وغلط تفسیر و ن بلبة الصوفية لئلا تارة ودعوى اخرى ديتهم مناهج ال
 الاباحة وينعمون ان ضايرهم خلصت الله تعالى وليقوت هذا الظفر بالمداد
 بصرا سم الشريعة رتبة العوام والقاصرين زعم کے ساتھ کہ ان کے ضائر خدا کی جانب خلص
 الانعام المنصرين في الخيق امتداء تقليدا وراجع ہو گئے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ یہ کامیابی مقصود
 وهذا هو عين الاتحاد والندقة والابجاد ہو، اور یہ کہ شریعت کی پابندی ان عوام کے لئے ہیں،
 وجعل هؤلاء المغرورون ان الشريعة حق جبکہ عقلمن قاصر ہیں، اور جو تقلید اقتدا کے بھند
 العبودية والحقيقة هي حقيقة العبودية میں پھنسے ہوئے ہیں، یہ عین الحاد، زندہ، وابعا
 ومن صاع من اهل الحقيقة تميد بحقوق النبي ہے، یہ فریب خوردہ گروہ اس حقیقت سے جاہل ہے،
 وحقيقة العبودية کہ شریعت نام ہے حق عبودیت کا، اور حقیقت عبودیت
 ہے، اور جو شخص اہل حقیقت سے ہوگا، وہ حق عبودیت

اور حقیقت عبودیت میں مقید ہوگا،

ایسے ہی لوگوں کے بابت حضرت عمر فاروق کا یہ قول فیصل موجود ہے، کہ

ان انا ساكني الى خذون بالوحى على عهد عہد رسالت پناہ میں لوگوں سے برائے احکام وحی
 من الله صلح وان الوحى قد انقطع فما مواخذہ کیا جاتا تھا، سلسلہ وحی موقوف ہو گیا،

خذکم الان بما طهر من اعمالکم من اظہی لنا
 خیرا امنا وقرینا ولیس الینا من سریرۃ
 شئی اللہ تعالیٰ یحاسبہ فی سریرۃ و من
 اظہر لنا سوی ذلک لہ نامنہ و
 قال سریرتی حسنة،

اب ہم تم سے مواخذہ تمہارے اعمال کی بنا پر کریں گے،
 پس جس کے اعمال خیر ہم پر ظاہر ہوں گے، ہم
 اُسے قبول کریں گے، اور اُس سے قربت کریں گے، ہمیں
 اس کے باطن سے کچھ غرض نہیں، اس کے باطن کا
 محاسبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے عینہ اگر اُس کے
 اعمال دوسری صورت (یعنی صورت مذموم) میں
 ہمارے سامنے ظاہر ہوئے تو ہم اُسے قبول نہیں
 کرنے کے، خواہ وہ کتنا رہے کہ میرا باطن آراستہ ہے،

فارق عظمیٰ ہی کا ایک دوسرا ارشاد بھی ہماری رہبری کے لئے موجود ہے،

فاذا راينا متجاونا بمجدود الشروع مہملًا
 للصلوة المفروضة لا يعتد بمجلدوة
 التدوۃ والصوم والصلوة ویدخل فی الدنا
 المکروۃ المحمۃ زوۃ ولا تقبل
 دعۃ ان لہ سریرۃ صالحۃ

جب ہم ایسے شخص کو دیکھیں گے، جو حدود و شرع کا استغناء
 کرتا ہے، نماز فرض کو چھوڑے ہوئے ہے، تلاوت کلام محمد
 اور روزہ نماز سے حلاوت نہیں پاتا، اور حرام و مکروہ
 مقامات میں دوڑتا ہے، تو ہم اُس سے انکار کریں گے،
 اور نہ اُسے قبول کریں گے، اور نہ اُس کے اس عوی کی

کہ وہ باطن صالح رکھتا ہے،

سید الطایفہ، مرشد مرشدان عظام، شیخ مشائخ کرام، حضرت جنید بغدادیؒ ایک مرتبہ
 معرفت آئی پر گفتگو فرما رہے تھے، ایک شخص نے پوچھا کہ اہل معرفت ترک اعمال صالحہ کے مقام
 تک بھی پہنچ جاتے ہیں؟ حضرت جنیدؒ اس قول کو سنا کہ جس قدر برہم ہوئے، اُس کا اندازہ ان کے
 مندرجہ ذیل جواب سے ہو سکتا ہے۔

ان ہذا قول قم تکلم باسقاط الاعمال و هذا
 عندي غیمة والذی یسرق وینزنی احسن کما
 من الذی یقول هذا وان العارفين بالله
 اخذوا اعمال من الله والیه یرجعون فیها ولکن
 لقیست الف عام ثم انقص من اعمال البر و
 الا ان تحال لی دونها، و هذا الاکد فی معنی
 واقعی لمحالی،

یہ قول اُس گروہ کا ہے، جو ترک اعمال کا قائل ہے،
 یہ میرے نزدیک بہت بڑی بات (میا کی کی) ہے
 ایسی، کہ میرے نزدیک چوری کرنا، اور زنا کرنا اس
 بہتر ہے کہ ایسا قول اختیار کیا جائے، عارفين باشند
 نے اپنے اعمال خدا سے حاصل کئے ہیں اور انھیں
 اعمال کے ساتھ وہ اُس کی جانب واپس ہونگے،
 میرے ہمارے اگر ایک ہزار سال کی ہو تو میں ان اعمال
 غیر سے ایک ذرہ کم نہ کروں، مجھ اس کے کہ میرا
 کوئی حیل ہو جائے اور یہ اعمال تو میری سحر و جادو

موجود، اور میرے حال کے لئے موجب تقویت ہیں،

ساکنانِ طریقت کے لئے اگر حضرت فاروق عظیم حضرت جنید اور حضرت شیخ سہروردی
 باقی سلسلہ سہروردیہ کے اقوال سے زیادہ مستند و قوی کسی اور کا قول ہو سکتا ہے، تو دنیا کو ہنوز
 اس کا علم نہیں۔

باب (۶)

منطق الطیر

(شیخ فرید الدین عطار)

اب تک جن تصانیف سے تعارف ہوا، سب شریعتین، لیکن قدما ہی کے دور آخر
 میں معارف ایمانی و حقائق روحانی کو نظم میں ادا کرنے کی بنیاد پر چکی تھی، جسے متوسطین نے
 معرلج کمال پر پہنچایا، سنائی، مغربی، عراقی، نظامی، سلطان ابوسعید، خسرو، جامی، یہ
 سب شریعتیں کمین زیادہ آزادی و بے تکلفی کے ساتھ نظم میں اسرار و معارف کو بیان کرتے
 ہیں، اور مولانا می رومی نے تو زبان شعر کو الہامی بنا دیا، شیخ فرید الدین عطار بھی اسی عبادت
 کے ایک مقتدر رکن اور دور قدما کی آخری یادگار ہیں، دیکھنا یہ ہے، کہ یہ رند سرست جب
 میکہ شعر میں قدم رکھتا ہے، توجہ و دستار کا احترام کس حد تک ملحوظ رکھتا ہے،

(۱) مصنف

اسم مبارک محمد بن ابی بکر ابراہیم ہے، کنیت ابو حامد یا ابو طالب، لقب فرید الدین
 تخلص عطار، عام زبانوں پر اسم مشہور فرید الدین عطار ہے،

ولادت مضافات نیشاپور میں ہوئی تھی، مزار بھی وہیں ہے، سنہ ولادت غالباً ۶۰۰ھ
 ہجری ہے، سال وفات میں بہت اختلافات ہیں، میں نفحات الانس کی روایت کو ترجیح دیتا ہوں

یعنی ۶۲۷ ہجری۔ عمر کے بہت طویل ہونے پر سب تذکرہ متفق ہیں، سبب وفات بھی سب کو مسلم ہو یعنی تاتاریوں کے ہاتھ سے جام شہادت نوش فرمایا،

ابتدا میں ایک بہت بڑے کارخانہ ادویہ کے مالک تھے، ایک روز اپنے کاروبار میں مصروف تھے کہ ایک فقیر نے آکر صدالگائی کہ خدا کے نام پر کچھ دلاؤ، یہ مخاطب نہ ہوئے، اوس نے کئی بار صدالگائی، یہ اس قدر منہمک تھے کہ جواب تک دینے کی فرصت نہ پائی، اوس نے کہا "مشغولیت کا یہ حال ہو جان کیسے دو گئے؟" انھوں نے جھنجھلا کر کہا "جیسے تم دو گئے، فقیر نے کہا "بھلا میری طرح کیا دو گئے؟" یہ کہا اور سر کے نیچے کا سہ گدائی رکھ کر لیٹ گیا، اور زبان سے لا الہ الا اللہ کہا، معاروف پرواز کر گئی، شیخ کے قلب پر اس واقعہ کا سخت اثر پڑا، کارخانہ کھڑے کھڑے لٹا دیا اور خود اسی وقت سے درویشی اختیار کر لی،

پہلے شیخ رکن الدین آکاف کی خدمت میں کئی سال بسر کئے، پھر سفر و زیارت بیت اللہ کو نکلے اور بہت سے مشائخ کی خدمت میں رہے، بالآخر شیخ مجد الدین بغدادی کے ہاتھ پر بیعت کی اور آگے چل کر سلوک و عرفان کے وہ مراتب طے کیے کہ خود اپنے مرشد کے لئے باعث فخر ہوئے،

شہادت کا واقعہ تذکروں میں یوں درج ہو کہ تاتاریوں کے عین ہنگامہ میں ایک سپاہی نے شیخ کو اسیر کیا، اتنے میں ایک راہ گیر نے کہا کہ اس پیر مرد کو قتل نہ کرو، وٹس ہزار اشرفیان معاوضہ لیکر میرے حوالہ کرو، شیخ نے کہا "خبردار، اتنے پر مجھے فروخت نہ کرنا، میں اس سے کہیں زیادہ قیمت رکھتا ہوں، آگے بڑھ کر ایک اور شخص بلا اوس نے کہا کہ اس پیر مرد کو مجھے دے ڈالو، میں ایک گٹھا گھاس کا اس کے معاوضہ میں دیتا ہوں، شیخ نے کہا

لے نفحات الانس ص ۶۹ (مکملہ) و تذکرہ ہفت اقلیم میں رازی وغیرہ،

”ہاں دے ڈال کہ میری قیمت اس سے بھی کم ہے“ اتاری سپاہی سبھا کہ حضرت شیخ اس دلگی کر رہے ہیں، غصہ میں آکر دین سرتن سے جدا کر دیا،

جلالت مرتبہ کے اندازہ کیلئے حقیقت کافی سے زائد ہے کہ مولانا کے روم متعدد مقامات پر شیخ فرید الدین کا نام بحیثیت اپنے مقتدا و پیشوا کے لیے ہیں اور انکی عظمت کا بابا راعتراف کرتے ہیں، ایک جگہ فرماتے ہیں سے

گر د عطار گشت مولانا شربت از دست شمش بودش نوش

ایک اور موقع پر سے عطار روم بود و سنائی و چشم او مادر پس سنائی و عطار آدمیم

ایک اور موقع پر اعتراف کمال انتہائی عقیدت کے ساتھ ہے،

ہفت شہر عشق را عطار گشت مہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

اسی تعظیم و احترام کے ساتھ شہنوی میں بھی جا بجا نام لیا ہوا دیکھئے اشعار کو اپنی کلام میں ضم کیا ہے، ملا جامی مولانا رومی کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ نور منور نے ٹیڑھ سو برس کے بعد شیخ عطار پر تجلی کی اور انکا مربی بنا جامی خود اپنی رائے کا ان الفاظ میں اظہار کرتے ہیں :-

”و ان قد اسرار توحید و حقائق ازواج و مواجید کہ در ثنویات و غزلیات وی اندراج یافتہ

سخنان بیچ یک ازین طائفہ ثابت فی شود و جزا را اللہ سبحانہ عن الطالبین المشتاقین خیر الجزا“

تصانیف نظم و نثر بہت کثرت سے ہیں بعض روایات کے مطابق انکی روایت سور قرآنی کے ہم عدد

یعنی ۱۱۴ ہے، قاضی نور اللہ شوستری نے بحال المومنین میں یہی روایت اختیار کی ہے جیسا کہ اشعار ذیل سے واضح ہے

ہماں خریطہ کش دارد سے قاعطا کہ نظم اوست شفا بخش عاشقان جزین

مقابل عدد سورہ کلام نوشت سفینہائے عزیز و کتبائے بہائے گزین

لے تذکرہ دولت شاہ محمدی و مفتاح التوایخ وغیرہ، لے نفحات صفحہ ۷۹۸،

اس روایت کی صحت کا علم تو عالم مطلق ہی کو ہے، زیادہ شہور و تبرکات بونکے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) تذکرۃ الاولیاء (نثرین) قدماے صوفیہ کا مفصل تذکرہ (۲) منطق الطیر (۳) مصیبت نامہ،

(۴) اسرار نامہ (۵) بیسر نامہ (۶) الہی نامہ (۷) دیوان،

(۸) پند نامہ (۹) وصیت نامہ (۱۰) خسرو و گل (۱۱) شرح اقلب

بعض ایسی کتابیں بھی شیخ کی جانب منسوب کر دی گئی ہیں جو قطعاً جعلی ہیں مثلاً لسان الغیب، جس کا نسخہ برٹش میوزیم (لندن) میں موجود ہے، اور جس کے بہت سے اشعار ایک شیعہ مقدمہ نویس نے مقدمہ تذکرۃ الاولیاء (مطبوعہ یورپ) میں حضرت شیخؒ کی شیعیت کے ثبوت میں پیش کئے ہیں، شیخ کی ذات گرامی اس سے کہیں ارفع ہے، کہ ان رکیک اتہامات کی تفصیلی تردید پر توجہ کی جائے،

مزاج میں خاکساری و فروتنی جس درجہ کی تھی اُس کا ثبوت تذکرۃ الاولیاء کے دیباچہ کی ایک ایک سطر میں ملتا ہے، اپنے تئیں سب سے زیادہ حقیر اور ناچیز سمجھتے تھے اور غالباً یہ خاکساری ہی کی مقبولیت کا ثمرہ ہو کہ آج ان کا نام سرآمدِ عرفان و مرجع عاشقان کی حیثیت سے زندہ و روشن ہے،

(۲) تصنیف

تذکرۃ الاولیاء کے بعد حضرت عطارؒ کی مقبول ترین تصنیف یہی منطق الطیر ہے، اس کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ مولانا میروم کی مشہور و معروف مثنوی کا نقشِ اول یہی مثنوی ثابت ہوئی ہے، بعض تذکرہ نویسین صراحت کے ساتھ یہ روایت مرجع ہو کہ شمس تبریز و صلاح الدین زرکوب کے انتقال کے بعد جب مولانا کے انتقال کے بعد کے مورخ حسام الدین چلبی ہوئے، تو ایک بار انھوں نے مولانا سے عرض کیا کہ ”غزلیات کا

مجموعہ بہت ہو چکا، اب کچھ توجہ ثنوی پر ہو، اور شیخ عطار کی منطق الطیر کی طرز پر کوئی مسلسل نظم ارشاد فرمائی جائے، مولانا نے دستار سے ایک کاغذ نکال کر چلپی کو دیا جس میں ثنوی کے تیرہ ابتدائی اشعار عرش ثنوی نے چون حکایت می کند سے لیکر عرش درنیا بد حال پختہ پیچ خام تک لکھے ہوئے تھے، اور ارشاد فرمایا کہ ”قبل اس کے کہ یہ فرمائش تمہاری زبان سے ادا ہو اس کی تکمیل ہو گئی“

ثنوی منطق الطیر کا وزن ایک ہی، موضوع ایک ہی، اور افسانوں سے اخلاق و تصوف کے درس حاصل کرنے کا اسلوب ایک ہی، مولانا نے عطار کے حق تقدم کو ثنوی میں جا بجا تسلیم کیا ہی، اور اون کے متعدد اشعار کو اپنے کلام میں ضم کر کے پیش کیا ہی،

مضامین کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ حمد و نعت و منقبت خلفائے اربعہ و بعد ازاں قصہ کائنات کیا ہی، اشعار فہرست پر انسانی کچھ پرند و فخر کئے ہیں، ہر طرح کی مرغ و فاختہ، قمری بلبل باز و غیرہ، ایک پرندہ سب پرندوں کی طرح پرند ہیں اور اپنا ایک بادشاہ منتخب کرنا چاہتے ہیں، ہر ہر سیمرغ کا نام پیش کرتا ہی، اس پر دوسرے پرند متعرض ہوتے ہیں، ہر ہر ایک ایک کا اعتراض سنتا، اور الگ الگ سب کو جواب دیتا ہی، بالآخر اس پیا مبر حق و عرفان (ہر ہر) کی تفہیم و تبلیغ سے تمام طيور شاہ شاہان سیمرغ کے حلقہ اطاعت و انقیاد میں آجاتے ہیں، سوالات وہی ہیں، جو عموماً ہر طالب و سالک کے دلیں پیدا ہوتے ہیں، اور اون کے جوابات جادوہ سلوک و عرفان کے مختلف مقامات ہیں، لفظ ”منطق الطیر“ کا ماخذ کلام کی آیہ کریمہ و حیرت سیلماں داؤد و قال یا ایہا الناس علما منطق الطیر و اذینا من کل شیئ، (نمل - ۲۷) ہی، ہر ہر چونکہ طيور سلیمانی میں لحاظ فہم و دانش مرتبہ بلند رکھتا تھا، شیخ نے طریقت کے حقائق و معارف اسی کی زبان سے ادا کر رکھے ہیں،

حمد بہت مفصل لکھی ہے، سب سے زیادہ زور بندہ کی بیچارگی، بے علمی و در ماندگی پر ہے

عقل و جان و دین و دل در باختم تاکمالِ ذرّہ بشنا ختم

لب بدوز از عرش و زکریٰ پیرس گرچہ یک ذرہ ہی پرسی پیرس

عقل تو چون در سر موئے بہ سوخت ہر دلب باید پر سیدن بدوخت

کس نداند کنہ یک ذرہ تمام چند گویم کس نداند و السلام

اسما حکیم و لطیف کی تجلیات حیرت انگیز طریقوں سے ظاہر ہوتی رہتی ہیں، عقل

بشری حوادثِ فطرت کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے، انبیاء کرام تک کو عجیب و غریب حالات

میں رکھا گیا ہے

سوی کنہ خویش کس را راہ نیست ذرّہ از ذرّہ آگاہ نیست

در نگر اول کہ با آدم چہ رفت عمر با با و درین عالم چہ رفت

باز بگر نوخ و در غرقاب کار تا چہ برو از کافران سال ہزار

یعقوب کی سرگردانی و گریہ و زاری، یوسفؑ کی غلامی و اسیری، ایوبؑ کی ستم کشی و برداشت

مصائب، یہ چند نمونہ ہیں، باقی تقریباً تمام انبیاء کی زندگی طلسم ساز فطرت کی انجمن کشم

نمایون کا ایک مسلسل مظہر ہے، اور تو اور، حضرت سرور کائناتؐ کی حیاتِ طیبہ اسی قسم کے

خوارقِ فطرت سے لبریز ہے

عنکبوتے را بہ حکمت دامن داد چہ صدر عالم را درو آرام داد

معرفتِ باری کی صرف صورت یہ ہے، کہ انسان اپنی خودی کو اُس ہستی مطلق

میں گم کر دے

تو مباش اصل اکمالِ این ست و بس تو در و گم شود وصالِ این ست و بس

تو دروگم شو حلو لے آن بود نما ہرچہ آن نبود نضو لے آن بود
 اُس تک پہنچنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اپنی بے بسی و عجز کا اعتراف کیا جائے، بجائے خدا
 سے ڈرنے کے خود اپنے سے خوف کیا جائے، اور بارگاہِ ارحم الراحمین میں بصدقہ تصدق و الخراج
 مناجات کی جائے، کہ وہ کفر و اسلام کے ظاہری قیود و رسوم کے بجائے اپنی درود و محبت کا
 ایک ہی ذرہ عنایت کر دے۔

خلق ترسد از تو دمن ترسم ز خود کز تو نیکی دیدہ ام وز خویش بد

.....

لے ز نفلت ناشدہ نو مید کس حلقہ داغ تو ام جاوید بس
 ہر کر اخوش نیست دل بردرد تو خوش مباد از آنکہ نبود مرد تو
 ذرہ در دم وہ ای درمان من ز آنکہ بے دردت بہ میر و جان من
 کفر کا فر او دین دیندار را حکما ذرہ دردت دل عطار را
 نعت گوئی حضرت عطار کا خاص جوہر ہے، ملاحظہ کی طرح وہ بھی اس صنفِ سخن کے مالک
 ہیں، ذوق و شوق ہر ہر لفظ سے پکتا ہے، وابستگی دل کی ترجمانی ہر ہر مصرعہ سے ہو رہی ہے۔
 خواجہ دنیا و دین گنج و فنا صدر و پدر ہر دو عالم مصطفیٰ
 آفتاب شرع و دریائے یقین نور عالم رحمۃ للعالمین
 خواجہ کوہِ نین سلطانِ ہمہ آفتابِ جانِ رایمان ہمہ
 پیشوا ای این جہان و آن جہان مقتدا ای آشکارا و نہان
 خواجہ کز ہرچہ گویم بیش بود وز ہمہ چیز از ہمہ در بیش بود
 ہرچہ شبنم آمد از بحر وجود خلق عالم از طفیلش از وجود

آفرینش را جزا و مقصود نیست پاک دامن تراز و موجود نیست
 عقل را در خلوت اورا نه نیست علم نیز از وقت او آگاہ نیست
 چون پر و سیمغ و آتش آشکار موسیٰ از وحشت پر و موسیچہ دار
 رفت موسیٰ بر بساط آنجناب خلع نعلین آمدش از حق خطاب
 باز در معراج شمع ذوالجلال می شنید آواز نعلین بلال
 موسیٰ عمران چون آن دولت بید چاکر اورا چنین قدرت بید
 گفت یارب امت او کن مرا در طفیل ہمت او کن مرا
 یہ تمام توصیف صیغہ غائب میں تھی، اب جو معروضات براہ راست سرور عالم کے
 حضور میں پیش کیے ہیں، انکا بھی نمونہ ملاحظہ ہو۔

نواجگی ہر دو عالم تا ابد کرد و قف احمد مرسل احد
 تا ابد شریع تو و احکام تست ہمسر نام اکہی نام تست
 یا رسول اللہ بے در ماندہ ام باد برگشت خاک بر سر ماندہ ام
 بیکسان را کس توئی در ہر نفس من ندارم در دو عالم خبر تو کس
 یک نظر سوئے من غمخوارہ کن چارہ کار من بجپارہ کن
 گرچہ ضایع کردہ ام عمر از گناہ توبہ کروم غدر من از حق بخواہ
 گر ز لآ ماً من بود تر سے مرا ہست از لآ تائیسوا در سے مرا
 اے شفاعت خواہ شتہ تیرہ روز لطف کن شمع شفاعت بر فرور
 دیدہ جان را القائے تو بس است ہر دو عالم را رضائے تو بس است
 آگے چلکر خلفای اربعہ کے مناقب بیان کیے ہیں، متاخرین کے بعض حلقوں میں عطار کو

شیعہ مشہور کرنے کی جو پاک کوشش کی گئی اور اس کے ثبوت میں جو لغو اشعار اون کی جانب منسوب کئے گئے، زرا اس کو پیش نظر رکھ کر ذیل کی مدح صحابہ مندا، ابتداءً افضل البشیر بعد از انبیاء سے ہوتی ہے،

خواجه اول کہ اول یار اوست	ثانی ثنیں از ہانی الغار اوست
صدر دین صدیق اعظم قطب حق	در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق
ہر چہ حق از بارگاہ کبریا	رنجست در صدر شریف مصطفیٰ
آن ہمہ در سینہ صدیق رنجست	لاجرم تا بود از و تحقیق رنجست

فاروق اعظم کی جلالت قدر کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے،

خواجه شریع آفتاب شریع دین	ظل حق فاروق اعظم شمع دین
ختم کردہ عدل و انصافش بحق	تا فرست بردہ بر حبش سبق
آنکہ دارد بر صراط اول گذر	ہست او از قول بنی مبر شمر

ذوالنورین کی فضیلت مراتب پر روشنی ڈالنے کے لیے اشعار ذیل کافی ہیں۔

خواجه سنت کہ نور مطلق است	بل خداوند نور بر حق است
آنکہ غرق قدس فرقان آمدست	صدر دین عثمان عفان آمدست
رونقے کان عرصہ کونین یافت	از دل پر نور ذوالنورین یافت
یوسف ثانی بہ قول مصطفیٰ	بحسب تقویٰ و حیا کان وفا

اہل سنت کا عقیدہ صحیح نامکمل رہ جائیگا اگر حضرت شیر خدا اکرم اللہ وجہہ کی درگاہ پر بھی عقیدت کے پھول نہ چڑھائے گئے۔

خواجه حق پیشوا سے رستین	کوہ علم و بحر علم و قطب دین
-------------------------	-----------------------------

ساتی کوثر امام رہنمائے ابن عم مصطفیٰ شیر خدائے
مرتضیٰ و مجتبیٰ ز قریب قول خواجہ معصوم داماد رسول
مقتدای دین بہ استحقاق است تھا مفتی مطلق علی الاطلاق دست

اس کے بعد نہایت تفصیل کے ساتھ کئی اوراق اس موضوع کی نذر کئے ہیں کہ جو لوگ
خلفائے ثلاثہ سے تعصب رکھتے ہیں، وہ خود جناب امیر کی تعظیم کے بالکل مخالف بلکہ دشمن
ہیں اور اس قول کی تائید میں آپ کی سیرت مبارک سے چند واقعات نقل کئے ہیں (صفحہ ۲۲-۲۵)
ہد ہد (پیمبر حق) جو تمام طور کے جمع ہونے پر انھیں سلطان مطلق کے زیر انقیاد آنے
کی دعوت دیتا ہو اور مرتبہ سلطانی کے لیے سیمرغ کا نام پیش کرتا ہو، وہ اس سیمرغ کے اوصاف
بھی بیان کرتا ہو، ان اوصاف پر نظر کرنے سے سمجھ میں آسکیگا کہ سیمرغ سے کس حقیقت عالیہ
کا کنایہ ہوا و افسانہ کے پردہ میں کن معارف کی تعلیم ہو رہی ہو۔

نام او سیمرغ سلطانِ طیور او بہ مانند یک و ما زود و دور دور
صد ہزاران پردہ دار و بیشتر ہم ز نور و ہم ز ظلمت بیشتر
درد و عالم نیست کس راز ہرہ کو تواند باخت از وی ہرہ
دایما و بادشاہ مطلق است در کمال عز خود مستغرق است
نہ بدورہ نے شکید بانی از دست صد ہزاران خلق سودائی از دست
ہیچ دانائے کمال اوندید ہیچ بنیائے جمال اوندید

یعنی وہ سب کا بادشاہ ہم سے متصل ہو اور ہم اوس سے بیگانہ ہیں، کائنات میں کسی کی
اتنی مجال نہیں کہ وہ اُس سے ہمہری کا دعویٰ کر سکے، وہ سب کا ازلی وابدی بادشاہ
مطلق ہر وقت اپنے شان کمال میں غرق ہو، اس غم میں ہزار ہا مخلوق پریشان ہے،

کہ نہ اس تک پہنچنے کی راہ ملتی ہو، نہ تھک کر بیٹھا جاتا ہو، نہ کوئی عقل آج تک اس کے کمال کو پہنچ سکی ہو، نہ کوئی آنکھ اس کے جمال سے مشرف ہو سکی

باقی ساری کتاب اسی حقیقت الحقائق، اسی ذات علی الاطلاق، اسی ہستی وراہ اور اہل کی توصیف، اس تک رسائی کی تدابیر اور منازل سفر کی تفصیل کی نذر ہے، چند مضامین و مطالب بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں، یہی انداز ساری کتاب کا ہے،

راہ طلب و سلوک میں سب سے بڑا راہ زن نفس کا شوق جاہ و ترفع ہو، انسان اپنے اوپر سخت سے سخت تکالیف اٹھالیتا ہو، بڑی بڑی ریاضتیں گوارا کرتا ہو، شدید سے شدید مجاہدات اختیار کرتا ہو، لیکن عموماً مقصود یہ ہوتا ہو کہ خلق میں عابد و زاہد مشہور ہو، لوگ عزت و تکریم سے پیش آئیں اور دنیا اس کے تقدس کا چرچا کرے، حالانکہ اس راہ میں اس بڑے مگر اور کوئی مانع ہو نہیں سکتا، شبلیؒ ایک مرتبہ اپنے مقام سے غائب ہو گئے، لوگوں نے بڑی تلاش کی، بالآخر غنٹھون (ہیجرٹون) کے ایک گروہ کے درمیان چشم تر و خشک بیٹھے ہوئے ملے، ایک شخص نے حیرت سے سوال کیا، آپ نے جواب دیا، کہ جس طرح یہ گروہ نہ عورت ہو نہ مرد، اسی طرح میں راہ دین میں نہ مرد ہوں نہ عورت، بد اعمالیوں کی کثرت سے میری زندگی خود میرے لئے باعث شرم ہو، عارف کبھی طرح اپنے تئیں ذلیل و خوار رکھنا چاہیے۔

ہمچو مردان ذل خود کن اختیار	کردہ برا ستادگان عزت شمار
گر تو پیش آئی ز موئی در نظر	خویشتر را از بتے سازی ہر
درج و ذمت گر تفاوت می کند	بت گرے باشد کہ ادب می کند
گر تو حق را بندہ بتگر مباش	در تو مردے ایزدی، آذر مباش

نیست مکن در میان خاص عام
 از مقام بندی برتر مقام
 بندگی کن، بیش ازین دعوی جوئے
 مرد حق شو عورت از عوامی جوئے
 چون ترا صد بیت بود در زیر دلق
 چون نمائی خویش را صوفی خلقت
 لے محنت جامہ مردان مدار
 خویش را زین پیش سرگردان مدار
 ایک مرتبہ قاضی شہر کے پاس دو فریق اپنے مقدمہ کا تصفیہ کرانے کی غرض سے آئے
 اور دونوں لباس صوفیانہ پہنے ہوئے تھے، قاضی نے انھیں تنہائی میں لیجا کر بڑی غیرت
 دلائی کہ جسم پر یہ لباس ترک و تسلیم، اور دل بدستور میں تو کے جھگڑوں میں مبتلا، میں تو صفائی
 باطن کا دعویٰ نہیں رکھتا، محض فصلِ خصومات کرتا رہتا ہوں مگر مجھے ایسی حالت میں اس
 جامہ فقر سے شرم آتی ہے، اس میدان میں اگر جذبات خودی کو برقرار رکھنا اپنے دین و
 دنیا و دونوں کو برباد کرنا ہے۔

در خصومت آمدند و در حبس
 دو مرقع پوش در دار القضا
 قاضی ایشان را بہ کنج برد باز
 گفت صوفی خوش نہ باشد جنگ باز
 جامہ تسلیم و بربر کردہ اید
 این خصومت از چہ در سر کردہ اید
 گر شما ہستید اہل جنگ و کین
 این لباس از تن بنیدازید ہین
 در شما این جامہ را اہل آدید
 این خصومت از سر جہل آدید
 منکہ قاضی ام نہ مرد معنوی
 زین مرقع شرم می دارم قوی
 مرد را در فرق مقنع داشتن
 بہ بود زینسان مرقع داشتن
 گر بہ دعویٰ عزم این میدان کنی
 سر دہی برباد ترک جان کنی
 سردہی برباد ترک جان کنی

شقاوتِ نفس کی کوئی حد نہیں، انسان کی نظر سے ہزار بار درد انگیز و عبرت ناک واقعات گزرتے رہتے ہیں پھر بھی اُسے عبرت یا نصیحت نہیں حاصل ہوتی، ایک شخص نے ایک عمر گورکن سے سوال کیا کہ تیری عمر قبروں کے کھودنے میں گزری، یہ بتا کہ کیا کیا عجیب چیزیں نظر آئیں؟ جواب ملا کہ ”سب سے عجیب شے یہ دیکھی کہ ستر سال گورکنی کرتے ہو گئے، لیکن نفس سرکش ایک لمحہ کے لئے بھی مردہ نہ ہوا“۔

یافت مردے گورکن عمرے دراز سالیس گفتم کہ چیزے گوئے باز
تا چہ عمرے گورکندی درمناک چہ عجائب دیدہ در زیر خاک
گفت این دیدم عجائب حسبِ حال کین سگِ نفس ہمین ہفتاد سال
گورکردن دید و یک ساعت نہ مرد یک زمان فرمان دیک ساعت نہ مرد
سب سے زیادہ زور ترکِ علایق دنیوی پر دیا ہو، حُبِ دنیا حیاتِ ایمانی کے حق میں سب قاتل ہے۔

حُبِ دنیا ذوقِ ایمانتِ ببرد آرزویش پر تو جانتِ ببرد
چہیت دنیا آشنائیِ حرص و آرز ماندہ از فرعون و از فرود باز
کار دنیا چہیت، بیکاری ہمہ چہیت بیکاری، گرفتاری ہمہ
ہست دنیا آتشِ افروختہ ہر زمانِ خلتے و گرا سوختہ
ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر استراحت فرما رہے تھے، کہ سر کے نیچے ایک چھوٹی سی اینٹ کا کتبہ لگا ہے ہوئے تھے، آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں، کہ ابلیس بیاب ہی کھڑا ہو، فرمایا ملعون تیرا یہاں کیا کام؟ اوس نے جواب دیا کہ ”یہ اینٹ جس کا آپ

تکلبہ لگائے ہوئے ہیں میری ملک ہی، ساری دنیا میری ہی ملک کا نام ہی، اور ظاہر ہے کہ یہ اینٹ بھی اسی سامانِ دنیوی کا ایک جزو ہے، آپ نے اس کو اپنے کام میں لا کر ان خود مجھ سے توسل پیدا کیا ہے، حضرت مسیحؑ نے یہ سنتے ہی اینٹ پھینک دی، اور دوبارہ بغرض استراحت لیٹ گئے، اُس وقت ابلیس بولا کہ ”اب بیشک آپ آرام سے سوئیے، اب میرا کوئی کام یہاں ٹھہرنے کا نہیں رہا“

کوئی صاحب ایک مرتبہ بعد نماز دعائیں مصروف تھے کہ ”اے کارسازِ عالم میرے حال پر رحم کر، ایک دیوانے نے اون کی دعا کو سن کر کہا کہ تم اور رحمت طلب کرتے ہو! درآئیکہ تمھاری کیفیت یہ ہے کہ ہمہ وقت اپنی خود پرستیوں میں مست بہتے ہو، مکان ہو تو عالیشان، درو دیوار ہیں تو زنگار، کام کاج کے لئے غلاموں کی تعداد کثیر کے محتاج، کنیزوں کی ضرورت مستزاد، خود پرستی میں یہ انہماک و اہتمام، اور اوس پر نزولِ رحمت کی توقع و طلب! اگر واقعی رحمت باری کی تمنا ہے، تو پہلے اپنے کو اس کے غیر مستغنی و فارغ البال تو کرو، و قبل الیہ تبتدد۔“

تو زنا ز خود نہ گنجی در جهان	می خوامی از تکبر سر زان
منظرے سر بر فلک افراشته	چار دیوارش بزرنگ گاشته
دہ غلام دودہ کنیز ک کردہ راست	رحمت آنجا کے بود بر گوتے رست
نیک بنگر تا تو با این جملہ کار	جائے رحمت داری آخر شرم دار
تا نہ گردانی ز ملک و مال روئے	یکنفس نہ نہایت آن حال روئے
روئے اکنون می بہ گردان از بہ	تا شوی فارغ چون مروان از بہ

مومن کو یا لوس کبھی نہ ہونا چاہیے، خواہ معاصی و ذنوب فوق الحد ہی ہوں، یا اس
صرف کافرون کا حصہ، فسق و معصیت کی خواہ کتنی ہی کثرت ہو، پھر بھی ارحم الراحمین کی رحمت
اُس سے وسیع تر ہے، مومن کو چاہیے کہ ہر حال میں اوس کی رحمت پر بھروسہ رکھے، اور
اپنی طرف سے توبہ میں مشغول رہے، اس مفہوم کو مختلف مقامات پر ادا کیا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں

تو یقین می و ان کہ صد عالم گناہ از تفت یک توبہ بر خیزد ز راہ
بحر احسان چون در آید موج زن محو گرداند گناہ مرد و زن
ایک اور موقع پر ہے

گر نہ بودے مرد را توبہ قبول کے بدے ہرگز برائے او نزل
گر گنہ کردے در توبہ بست باز توبہ کن، کین ورنہ خواہ شد فراز
گر بہ صدق آئی درین رہ یکدے صد فتوح پیش آید ہر دے

اصل شے خلوص و صدق نیت ہے، "قال" جو کچھ ہو، "حال" درست رہنا چاہیے، یہاں تک
کہ اگر ت پرستی میں بھی صفائے نیت ہے تو عالم الغیب الشہادہ کی بارگاہ میں اوس کی بھی
قد زہوگی، اور بالآخر ت پرست کو راہ ہدایت نصیب ہو کر رسیگی، شیخ فرماتے ہیں کہ ایک
شب کو جبرئیل اپنے مقام سدرۃ المنتہی میں تھے کہ حضرت قدس سے ایک کلمہ کی آواز
سنائی دی، سمجھے کہ کوئی خاص مقبول بندہ اس وقت مصروف ذکر عبادت ہے، اور وہ کسی
پزیرائی ہو ہو رہی ہے، دل میں شوق پیدا ہوا، کہ اس مقبول بارگاہ سے واقفیت پیدا
کرنا چاہیے۔ چشم زون میں ہفت افلاک کا گشت لگا ڈالا، اُس کا پتہ نہ چلا، کرہ ارض
کی جانب رخ کیا اور صحرا کو مہستان کا پیہ پیہ چھان ڈالا، پھر بھی پتہ نہ چلا، اپنے مقام پر

واپس آئے۔ دیکھا کہ حضرت قدس سے صدائے لبیک برابر چلی آرہی ہے، تلاش از سر نو جاری کی، اور ساری کائنات کا ایک بار پھر جائزہ لیا، اب کی بار پھر ناکام رہے، اُس وقت عاجزہ آکر بارگاہ اعلیٰ میں التماس کی، حکم ہوا کہ ملک روم میں جا کر تلاش کرو، یہاں آ تو کیا دیکھتے ہیں، کہ ایک شخص ایک بت کے سامنے اوس کی عبادت کر رہا ہے، جبریل یہ ماجرا دیکھ کر حیران رہ گئے اور عرض کی کہ پروردگار عالم، یہ کیا راز ہے، کہ ایک شخص ہر گز بت پرستی کر رہا ہے، اور اوس پر یہ رحمت ہو رہی ہے، جواب سنئے

حق تعالیٰ گفت بہت اودل سیاہ زان نہ می داند غلط کروست راہ

از نیازش خوش بھی آید مرا زین نشان داودن بھی یا بد مرا

گزر عجلت رہ غلط کرد آن سقط منکہ می دانم نہ کروم رہ غلط

ہم کنون راہش دہم تا پیش گاہ لطف او خواہد شد اور اغدر خواہ

یعنی ہم تو اُس کے خلوص قلب کو دیکھ رہے ہیں، وہ اس وقت گمراہ ہے تو کیا ہوا، نیت تو اُس کی خالص ہے، اور اس کا انعام ہم ابھی یہ دیتے ہیں کہ راہ ہدایت پابجا آتا ہے چنانچہ

این گفت و راہ جاننیک کشاد ویتے ہیں کہ راہ ہدایت پابجا آتا ہے چنانچہ

در خدا گفتن ز بانش بر کشاد

معا اوس کا قلب روشن ہو گیا، چشم زون میں مراتب کشود کا رطے ہو گئے، اور شرک و بت پرست بات کہتے موجد و خدا پرست ہو گیا۔

و بت پرست بات کہتے موجد و خدا پرست ہو گیا۔

شیخ کے نظام عمل میں سب سے بلند و مقدم مرتبہ اتباع احکام الہی کا ہے،

ایک مرغ (روح) کی زبان سے سوال ہوتا ہے، کہ ”مثقال امر و فرمان برہی کی بابت کیا

ارشاد ہے؟ مجھے اختیار و انکار سے سروکار نہیں، میں محض اتباع امر کرتا چاہتا ہوں“

دیگر سے پرسید ازو کہ رہنمائے چون بود نذر امر می آرام بجائے
 من نہ دارم با قبول و رد کار می کشم فرمان او در انتظار
 ہد ہد (پیغمبر حق) کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ اس سے بلند تر کوئی بھی مرتبہ نہیں، یہ
 مرتبہ تمام مراتب سے اعلیٰ و افضل ہے، ایک ساعت کی طاعت جو بہ امتثال امر ہو ساری
 عمر کی طاعت گزاریوں اور مجاہدوں سے بہتر ہے، جو اپنی مرضی و رائے کے مطابق ہوں۔
 گفت نیکو کردی اے مرغ کمال مرد رازین بیشتر بنو د کمال
 کے بری جان گر تو آنجا جان بری جان بری تو گر بہ جان فرمان بری
 ہر کہ فرمان برد از خدلان برست از ہمہ دشوار ہا آسان برست
 طاعتے با امر گر یک ساعت ست بہتر از بے امر عمر طاعت ست
 انسان بندہ ہے، اس کا کمال یہ ہے کہ بندگی میں کمال پیدا کر دکھائے۔
 بندگی این باشد و دیگر ہوس بندگی انگندگی اسے بیچ کس
 تو خدائی می کنی نے بندگی کے شود ممکن تر انگندگی
 مقبولیت و برگزیدگی کا ادعا آسان ہے، لیکن اس کا معیار ہی کمالِ عبودیت و انگندگی ہے۔
 بندہ آن نبود کہ ازو سے گزاف میزند و بندگی بیوستہ لات
 بندہ وقت امتحان آید پدید امتحان کن تا نشان آید پدید

باب (۷)

لَوَائِح

(ملا نور الدین عبدالرحمن جامی)

ملا جامی کا زمانہ وفات نوین صدی ہجری کے اختتام کا ہے، اس لئے انھیں دور
تتو سطین کی آخری یا دو کار کہہ سکتے ہیں، لوائح ان کی نہایت مشہور و مقبول، مستند
تصنیف ہے، یہ مثل قدام کی تصانیف کے فن سلوک پر کوئی جامع و مبسوط رسالہ نہیں، بلکہ
فلسفہ صوفیہ متعلق چند اشارات کا مجموعہ ہے، لیکن اس فلسفیانہ رسالہ پر بھی تاہم نظر کرنے
سے معلوم ہوگا، کہ مسلک توحید کی اہمیت ملا جامی کے وقت تک، تمام فرعی مسائل پر غالب
تھی، وحدت وجود وغیرہ کے مسائل شریعت اسلام کے محکوم تھے، حاکم نہ تھے،

(۱) مصنف

اسم گرامی، عام تذکرون کی روایت کے مطابق، نور الدین عبدالرحمن ہے،
صاحب سغیۃ الاولیاء کا بیان ہے، کہ اصل نام عماد الدین تھا، اسم مشہور نور الدین
ہو گیا، والد کا نام ایک روایت کے بہ موجب احمد بن محمد دشتیؒ، اور دوسری کے مطابق
نظام الدین احمد دشتیؒ تھا، دشت اصفہان کے ایک محلہ کا نام ہے،

سغیۃ الاولیاء، ص ۱۵، ۱۶، مفتاح التواریخ، مرتبہ مشربیل، ط ۱۳۲۰ (نو کشور لکھنؤ)

مولد قصبہ جام ہر کچھ اس مناسبت سے اور کچھ اس لحاظ سے کہ شیخ الاسلام
احمد جام کی عقیدت کا جام نوش فرمایا، اپنا تخلص جامی قرار دیا، چنانچہ خود فرماتے ہیں،
مولد م جام در شمسہ قلم جرمہ جام شیخ اسلامی است
لا جرم در جبریدہ اشعار بد و معنی تخلص جامی است
تخلص اس قدر مقبول ہوا کہ لوگ اصل نام کو بھول گئے، عام زبانوں پر صرف
جامی یا ملا جامی رہ گیا،

تاریخ ولادت بالاتفاق ۲۳ شعبان ۱۱۸۵ھ (مطابق، نومبر ۱۷۷۲ء) ہے
اور تاریخ وفات بہ روایت قوی ۱۸ محرم ۱۱۹۵ھ (۹ نومبر ۱۷۸۲ء) ہے، ایک ضعیف
روایت ۱۹۵ھ کے متعلق بھی ہے، وفات شہر ہرات میں ہوئی،

بیعت سلسلہ نقشبندیہ میں، مولانا سعد الدین کاشغری سے تھی، زمانہ طفولیت
میں، جب پورے پانچ کا بھی سن نہ تھا، خواجہ محمد پارسا کی زیارت سے مشرف ہوئے،
طریق روحانیت کی تخم ریزی اسی وقت سے قلب میں ہو گئی، پینسٹھ سال کی عمر میں جب
نفحات الانس کی تالیف میں مشغول ہوئے ہیں، اس واقعہ کا تذکرہ اس انداز سے کرتے
ہیں، کہ قلم سے بجائے سیاہی کے عقیدت کے قطرات ٹپکتے ہیں، جمادی الآخر ۱۲۲۵ھ کے
آغاز یا جمادی الاول کے آخر میں خواجہ موصوف جام سے گزر رہے تھے خلقت ابنوہ در
ابنوہ نذر اخلاص و عقیدت پیش کرنے حاضر خدمت ہو رہی تھی، مولانا جامی کے والد نے
اس خرد سال بچہ کو خواجہ کی بالائی میں لا کر بٹھا دیا، خواجہ نے اتفاقات خاص فرمایا، اور ایک
سیر مصری عنایت کی، اس واقعہ کو قلمبند کرنے کے بعد فرماتے ہیں، کہ

”امروز آن شخصیت سال است کہ ہنوز صفائی طلعت منور ایشان در دل من
وہمہا نہ کہ رابطہ اخلاص و اعتقاد و ارادت و محبت کہ این فقیر را نسبت بہ خاندان
خدا جگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم واقع است بہرکت نظر ایشان بودہ باشد و
امید می دارم کہ بہ یمن ہمین رابطہ در زمرہ مجبان و مخلصان ایشان محشور گردم،
مگر سب سے زیادہ اختصاص و ارتباط شاید خواجہ عبید اللہ احرار کے ساتھ تھا،
جن کا تذکرہ صفحات نیز اپنی دیگر تصانیف میں کمال عقیدت و تفصیل کے ساتھ کیا ہے،
علوم ظاہری کی تعلیم ہرات میں پائی، اساتذہ میں ملا جنید، خواجہ علی نقوی
و قاضی روم سمرقندی کے اسماء قابل ذکر ہیں، طالب علمی کے زمانہ میں جس غیر معمولی
ذکاوت، قوت حافظہ، وجود ذہن کا اظہار ہوتا تھا، اس کے حیرت انگیز واقعات
سے تذکرہ لبریز ہیں، مزاج میں ظرافت و شوخی بھی بہت تھی، جس کا ثبوت بہارستان کے
سدا بہار صفحات میں ملتا ہے، بہ قول صاحب سفینۃ الاولیاء
”حضرت مولانا را فہم و لہجے کہ بود، بالا تر از آن نباشد، و بسیار خوش خلق و خوش
حکم و شگفتہ بودند، و مطایبہائے لطیف میفرمودند“
تصانیف کی تعداد ۴۴ ہے، جو لفظ جام کے معنی ہیں، زیادہ مشہور تصانیف، یوسف ذریعہ
تحفۃ الاحرار، سجنۃ الابرار، نفحات الانس، شواہد النبوة، لوائح بہارستان، و کلیات ہیں،
مرید سلسلہ نقشبندیہ میں تھے تاہم طبیعت پر ذوق و وجد غالب تھا،
”ہمیشہ در ذوق و وجد می بودہ اند“ (سفینۃ الاولیاء)
غالباً اسی لئے سماع سے بھی محترز نہ تھے، نظم کی ہر صنف پر یکساں قادر تھے، ہنرمندی، غزل
لے نفحات الانس، ۴۴۹، ۴۵۰ (مطبوعہ کلکتہ)

تصفیہ، مدح، تشبیب، معرفت، توحید، ہر صنف اور ہر مضمون کے مالک تھے، سب بڑا
چڑھا رنگ نعت کا تھا، فارسی نعت گوئی میں آج تک اون کا جواب نہ پیدا ہو سکا،

مرتبہ کمال کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو، کہ خود اون کے مرشد فرمایا کرتے تھے کہ
شہباز ہمارے جنگل میں آکر پھنسا ہو، خواجہ عبید اللہ احرار ازراہ تعظیم اپنے خطوط کو لفظ
”عرضداشت“ سے تعبیر کرتے تھے اور اکثر فرماتے تھے، کہ خراسان میں آفتاب موجود ہے،
لوگ اسے چھوڑ کر اوراء النہر کے چراغ (یعنی خود خواجہ موصوف) کے پاس کیوں آتے
ہیں؟ گویا ملا جامی اور اپنے درمیان آفتاب اور چراغ کی نسبت قرار دیتے تھے،
اخفاہی احوال و کرامات میں خاص اہتمام تھا، جان تک بس چلتا کسی پر اپنے
مرتبہ کمال کو نہ ظاہر ہونے دیتے، بایں ہمہ مرجع خلافت تھے،

”مقبول عالم و مقتدائے اوراء النہر و خراسان و پیشوا اُمی زمان بودہ اند، و
سلطان حسن باقرا کمال عقیدت و نیاز مندی بخجرت ایشان بود،“ (سفینہ)
سلاطین و اُمراء کی عقیدت مند یوں کے مرکز تھے،

”و عہد سلطان ابوسعید بہ خدا شناسی و خدا پرستی شہرت یافتہ مقبول خاص و
عام گشت، و در عہد سلطان حسین باقرا بیشتر از بیشتر قبول یافت، و امیر علی شیر غاشیہ
انقیاد او بر دوش جان می داشت“

خانہ کعبہ کی زیارت کو گئے، تو آمد و رفت کے دونوں مواقع پر قبول عام نے قدم
قدم پر استقبال کیا، ایک مرتبہ دمشق میں مقیم تھے، کہ سلطان روم کا قاصد پانچ ہزار
اشرفیوں کی نذر کے ساتھ یہ درخواست لیکر پہونچا، کہ قسطنطنیہ بھی شرف قدم سے مشرف
لے سفینۃ الاولیاء لے ایضاً، لے مفتاح التوارخ،

ہو جائے، مولانا یہ خبر قاصد کے وزو سے پیشتر، پاکر تبریز چل کھڑے ہوئے تھے، وہاں حسن بیگ، حاکم کردستان کی نیاز مندیان زنجیر باہونے لگیں، بہ دشواری تمام اجازت لیکر خراسان پہنچے، یہاں پہنچے تو یہاں بھی نذرانوں کے انبار نے خیر مقدم کیا،

(۲) تصنیف

لاحقہ کے لفظی معنی "شعبہ جڑ خان" کے ہیں، مجازاً تحفہ عمل یا روزنامہ، لوائح اسکی جمع ہے، لوائح جاری چند لائحون کا مجموعہ ہے، جنکی کل تعداد ۴۴ ہے، زمانہ تالیف وہ ہے، جب یونانی فلسفہ کو مسلمانوں میں رائج ہونے لگی سو سال ہو چکے ہیں، اشراقیت، مشائیت، وحدت وجود، تنازع ارواح، عقل اول، ہیولی، وغیرہ کے عقائد و مسائل حکما کو نہان بہرہ بند وستان و ایران، کے اثر سے ممالک اسلامیہ میں گھر گھر پھیل چکے ہیں، خود مسلمانوں میں فارابی ابن سینا، ابن رشد، جیسے مسیون حکماء، و فلاسفہ پیدا ہو چکے ہیں، اور ان کی تعلیمات سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہو چکا ہے،

اسلامی تصوف بھی اب خالص اسلامی تصوف نہیں رہا ہے، ذوالنون مصری جنید بغدادی کا تصوف صحابہ کرام کی تقلید تھی، ان کے عقائد و اعمال، ابو بکر و علیؑ کے عقائد و اعمال تھے، اب شیخ محی الدین بن عربی اور ادون کے تلامذہ کے اثر سے تصوف بھی ایک فلسفہ بن چکا ہے، اور اکابر طریقت کی خانقاہیں ایسے

۱۔ یہ تعداد نسخہ مطبوعہ نو کشتہ پریس کے مطابق درج کی گئی ہے، لندن میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے زیر اہتمام چوتھے ایکٹیم قلمی نسخہ کی مطابقت میں خالی ہو، اس میں کل تعداد ۴۴ ہے، راقم سطور کے نزدیک لندن فی نسخہ میں لایون پرنسپر لکھنے اور ان کے شمار کرنے میں انگریزی مرتب و مترجم سے سہو ہوا ہے، اصل تعداد لایون کی اس نسخہ میں ۳۲ ہوتی ہے، دو کا فرق پھر بھی رہ جائے بعض اور اختلافات بھی لکھنوی اور لندن فی نسخوں کے درمیان ہیں، میں نے عموماً اول الذکر کا تتبع کیا ہے،

عقائد و اعمال کی سکھ بن چکی ہیں، جن سے صحابہ کرام کی مقدس زندگیاں کیسے آشنا تھیں، ملا جامی اسی فضائیں آنکھیں کھولتے ہیں، اسی ہوا میں سانس لیتے ہیں، اور اسی غذا سے نشوونما حاصل کرتے ہیں، اس کے بعد اپنے قلم کو گردش دیتے ہیں، وحدت الوجود کے فلسفہ میں ڈوبے ہوئے ہیں، شیخ ابن عربی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، بایں ہمہ جادو شریعت سے ایک انچ قدم باہر نہیں رکھتے، اور مسلک توحید پر اس شد و مد سے قائم ہیں کہ اثنا عشرین اس سے ایک ذرہ نہیں ہٹتے، توحید باری اور اس کے مسائل متعلقہ کو مختلف پیرایوں میں اور مختلف تمثیلات کے ذریعہ سے ادا کرتے ہیں، انداز بیان موضوع کے انتہا سے زاید دقیق و نازک ہونے کے باوجود، اس درجہ مؤثر ہے کہ پڑھنے والے پڑھتے پڑھتے ایک ہنگامی کیفیت و فنائیت کی طاری ہی ہو جاتی ہے،

آغاز کلام میں زبان قلم یوں زمزمہ سنچ حد ہوتی ہے:-

”خداوند سپاس تو بر زبان نمی آریم، و ستایش تو بر تونی شماریم، ہر جہ از محالِ کائنات از جنسِ اثینہ و محاد است ہمہ بہ جنابِ عظمت و کبریائی تو عاید است، از دست و زبان ما چہ آید کہ سپاس و ستایش ترا شاید، تو چنانی کہ خود گفتہ و گو ہر نوائے تو آنست کہ خود و مفتہ“

آنجا کہ کمال کبریائی تو بود عالم نے از بحر عطائے تو بود

ما را چہ حد حمد و ثنائے تو بود خود حمد و ثنائے تو نہ لے تو بود

مناجات و طلبِ توفیق میں متعدد دریا عیان کہی ہیں،

(۱) یارب دل پاک و جان آگاہ ہم دہ آہ شب و گریہ سحر گاہ ہم دہ

دراہِ خود اول ز خودم بخود کن آنگہ بخود ز خود بخود را ہم دہ

(۲) یارب ہمہ خلق راہ من بد خو کن
وز جملہ جہانیاں مرا کیسو کن
روئے دل من صرف کن از ہر جہت
وز عیش خودم کجیت و کیرو کن
تمہید مطالب و اعراض تالیف کے ذیل میں فرماتے ہیں:-

این رسالہ الیست مسمی بہ لوانج در
یہ رسالہ مسمی بہ لوانج ہے، اس میں ان معانی
بیان معارف و معانی کہ برالواح اسرار
و معارف کا بیان ہے، جو ارباب عرفان اور
دارواح ارباب عرفان و اصحاب
ذوق و وجدان لایکہ گشتہ بہ عبارات
لائیقہ و اشارات رایتہ متوقع کہ وجود
متصدے این بیان را در میان نہ
بہند، و بساط اعراض و بساط اعراض
نہ نشیند، چہ اور درین گفتگو نصیبے جز
منصب ترجمانی نے، و بہرہ غیر از شیوہ
سخن رانی نے

من بچم و کم از بچ ہم بسیارے
از بچ و کم از بچ نیاید کارے
ہر سر کہ ز اسرار حقیقت گویم
ز انم نبود بہرہ بجز گفتارے
مین بچ بلکہ بچ سے بھی کمتر ہوں
ایسے بچ اور کمتر از بچ سے ہو ہی کیا سکتا
یہ جو اسرار حقیقت میں بیان کر رہا ہوں
انکا صرف نقل ترجمان ہی ہوں اس لیے تا کہ کہیں
(۱) لایکہ اول اس بیان میں ہے، کہ عالم و مافی العالم سے قطع نظر کر کے بہ کمال کیسوئی
خدا ہی کی جانب متوجہ رہنا چاہیئے،

ما جعل الله لجل من قلبين في جنة ، حضرت بچون کہ ترا نعمت ہستی دادہ
است در درون تو جز یک دل نہادہ است تا در محبت او یک رو باشی و یک دل ، و از غیر
او معرض و بر مقبل ، نہ آنکہ یک دل را بصد پارہ کنی و ہر پارہ در پے مقصدے آوار ہدے

اے آنکہ بقبلہ بتان روست ترا بر مغز چہر احباب شد پوست ترا

دل در پے این و آن نہ میکوست ترا یک دل داری بس ست یک روست ترا

(۲) لایچہ دوم میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ مخلوقات سے دل لگانا ہی طبیعت میں
پراگندگی و انتشار کا باعث ہوتا ہے، اگر صرف خالق واحد دیکتا سے لو لگی رہے، تو جمعیت و
یکسوئی خاطر تامل سے سر رہے،

”تفرقہ عبارت از آنست کہ دل را بواسطہ تعلق با امور متعددہ پراگندہ سازی
و جمعیت آنکہ انہم بپشادہ واحد پردازی جمعے گمان بردند، کہ جمعیت در جمع اسباب است،
و تفرقہ ابد مانند، و فرقہ بیقین دانستند کہ جمع اسباب از اسباب تفرقہ ست از ہمہ افتانندہ

اے سالک رہ سخن زہر باب گوئے جز راہ اصول رب ارباب پوئے

چون علت تفرقہ ست اسباب جان جمعیت دل ز جمع اسباب جوئے

(۳) لایچہ سوم کی تعلیم یہ ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے، اور ظاہر و باطن ہر حال میں نگران۔
حضرت حق سبحانہ تعالیٰ ہمہ جا حاضر است پس کیسے افسوس کی بات ہو تو اس کے دیدار کو
و در ہمہ حال نہ ظاہر و باطن و ناظر ہے چھوڑ کر دوسروں کی جانب نظر رکھتا ہے، اور
خسارت کہ تو دیدہ ازلقاے او برداشتہ اس کی خوشنودی کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے
سوئے دیگر می نگری و طریق رضائے او کی راہ قطع کر رہا ہے،
بگذاشتہ راہ دیگر می پسری،

بیا رہ گئے ارشدم رگد ر می
مین (عاشق) ایک دن اپنے مشوق کے ساتھ گھٹن لگا
برگل نظرے نکلندم از بنجیری
اور وہاں پھنک پڑی حاکت سے پھولوں کو دیکھنے لگا
ولد ارہ طعنہ گفت شرمست باد
اُس نے چڑھ کر مجھ سے کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی، کیونکہ تیرے چہرے پر
رخسار میں اینجاست تو درگل نگری

(۴) لائحہ چہارم کا خلاصہ یہ ہے، کہ ماسوائے حق، جو کچھ ہیرو وال پذیر و فانی ہے، باقی
صرف ذات حق ہے، اس کے سوا ساری امیدیں اور آرزوئیں لغو و موبہوم ہیں،

(۵) لائحہ پنجم بسم کائنات کی ساری جلوہ آریاں اُسی جیل علی الاطلاق کا پر تو ہیں،
ذیامین اگر کوئی دانا ہے، تو اس پر اسی کی دانائی کا پر تو ہے، اگر کوئی بینا ہے، تو اسی کے عکس سے،
یہ سارے شیون و نظاہر اسی کے ہیں، جس نے اوج کلیت و اطلاق سے منزل کر کے اپنی
تجلیات کو جزئیت و تقید میں رونما کیا ہے،

(۶) لائحہ ششم میں انسان کی حقیقت بیان کی ہے، کہ اگرچہ

آدمی اگرچہ بہ سبب جسمانیت در غایت
وہ بہ لحاظ جسمانیت نہایت کثافت میں ہے، لیکن
کثافت است اما بہ حسب روحانیت در نہایت
اعتبار روحانیت اتہائے لطافت میں بھی ہے، اب
لطافت بہرچہ روئے آرد حکم آن گیر و بہرچہ
دو جس طرف توجہ اختیار کرے، وہی رنگ اس پر
توجہ کند رنگ آن پذیر و پس می باید کہ پوشی
چھا جائیگا، پس (اے طالب) تجھے
و خود را از نظر خود پوشی و بر ذاتی اقبال کنی
لازم ہے، کہ اپنے سینے خود اپنے سے غنی کرے، اور جو
بہ حقیقی اشتغال نہائی، کہ درجات موجودات
ہستی ذاتی حقیقی ہے، اُسی کی جانب متوجہ و مشغول
ہمہ جالی جمال اویند و مراتب کائنات
ہو جا، اسلئے کہ موجودات کے جس قدر بھی اقسام ہیں
مرا می کمال او و برین نسبت چندان مدوت
وہ سب اسی کے جمال کی تجلیات ہیں، اور کائنات کے

نمائے کہ با جان تو در آمیزد، ہستی تو از
نظر تو بر خیزد، اگر بہ خود روئے آوری روئے
یہ آو آوردہ باشی، و چون از خود تعبیر کنی،
تعبیر از دے کروہ باشی، مقید مطلق شود
و انا الحق ہو الحق،

جس قدر بھی اجزا میں سب اُسی کے کمال کا
آئینہ۔ اور اپنی اس نسبت کو مشق دریافت سے
اس درجہ تک پہنچائے، کہ وہ ہستی خفییٰ محمد میں غم
ہو جائے، اور خود تیری ہستی تیری نظروں سے
غائب ہو جائے، یہاں تک کہ اگر تو اپنا خیال کرے
تو عین اسی کا خیال کرے، اگر تو اپنا ذکر کرے،
تو عین اسی کا ذکر کرے، اور اسی طرح مقید مطلق
ہو جائے، اور انا الحق ہو الحق کے حکم میں داخل ہو جائے

(۷) لائحہ ہفتم۔ یہاں سے عملی طریقوں کی تعلیم شروع ہوتی ہے، اس لائحہ میں تعلیم
ہی، کہ ذکرِ آسمیٰ و نسبتِ حق سے کوئی حالت اور وقت کا کوئی لمحہ خالی نہ گزرتا چاہیئے،
وُزرش این نسبت شریفیٰ باید کرد بروہی کہ هیچ وقتے از اوقات و بیج حالتے از
حالات از آن نسبت خالی نہ باشی، چہ در آمدن، چہ در خوردن و نشتن، چہ در شنیدن و
گفتن، و با اہلکہ در جمیع حرکات و سکنات حاضر وقت می باید بود تا بہ بطلات نہ گزرد۔

(۸) لائحہ ہشتم۔ جس طرح اوقات کو تمام تر ذکرِ آسمیٰ میں مشغول رکھنا چاہیئے، اسی طرح
کوشش بلینے کر کے قلب کو بھی تعلقات دنیوی سے منقطع کرتے رہنا چاہیئے،
(۹) لائحہ نہم، فنا اور فنائے فنا کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

”فنا عبارت از آن ست کہ بہ واسطہ استیلائے ظہور ہستی حق بر باطن با سوائے
اَوْ شعور نماید، و فنائے فنا آن کہ بہ آن بے شعوری ہم شعور نماید و پوشیدہ نہ باشد کہ فنا
فنا و فنا مندرج است زیر کہ صاحب فنا اگر بہ فنائے خود شعور باشد، صاحب فنا

نہا شد بہ جہت آنکہ صفت و موصوف آن از قبیل ماسوائی حق اند سبحانہ و تعالیٰ پس
شعور بہ آن منافی فنا باشد۔

(۱۰) لائحہ دہم، توحید کی تعریف بیان کی ہے، کہ وہ ماسوائی حق سے دل کے
برقسم اور ہر نوعیت کے،

توحید یگانہ گردانیدن دل سے بغی تخلص ترک تعلق و قطع وابستگی کا نام ہے جو طلب، و
و تجرید از تعلق با سوائے حق ہم از روئے ارادت، علم و معرفت سب پر شامل ہے،
طلب و ارادت و ہم از جہت علم و معرفت = = = = =

(۱۱) لائحہ یازدہم جس وقت تک انسان پر خواہشات نفس غالب ہیں اس
نسبت کو ہر وقت ملحوظ رکھنا محال ہے، چون چون علاقہ کی بیڑیاں اس کے پیر سے کٹتی جائیں گی
مجاہدات و ریاضات میں لطف آنے لگیگا۔

(۱۲) لائحہ دوازدہم، چون چون مجاہدات میں لطف بڑھتا جائیگا انسان اس نسبت
کی تقویت و تربیت میں قدرۃ زیادہ مصروف ہوتا جائیگا،

(۱۳) لائحہ سیزدہم، حقیقت حق تعالیٰ میں ہے،
حقیقت حق سبحانہ و تعالیٰ جز ہستی نیست، وہ ہستی اور انحطاط و ہستی نے، مقدس
است از سمت تغیر و تبدل، و مبرا است از صمت تکثر و تجویل، از ہمہ نشانہا بے
نشان نہ در علم گنج دہ در عیان۔

(۱۴) لائحہ چار دہم، لفظ وجود کے معانی بیان کئے ہیں، ایک تحقق و حصول،
اور یہ اصطلاح حکماء و متکلمین میں ہے، دوسرے حقیقت قائم بالذات، یہ اصطلاح اہل
عرفان و صوفیہ اور اسی معنی میں یہ لفظ ذات حق کے مراد ہے،

(۱۵) لائحہ پانزدہم۔ صفات ایک معنی میں غیر ذات ہیں، اور ایک معنی میں

عین ذات :-

”صفات غیر ذات اند من حیث مایفہمہ العقول، و عین ذات اند من حیث التحقیق
والحصول۔ مثلاً عالم ذات است بہ اعتبار صفت علم و قادر بہ اعتبار قدرت و مرید بہ اعتبار
ارادت، و شک نیست کہ اینہا چنانکہ بہ حسب مفہوم بایکدیگر متغایر اند من ذات را نیز
متغایر اند اما بحسب تحقق و ہستی عین ذات اند، کہ آنجا وجودات متعدد نیست بلکہ وجود
واحد“

(۱۶) لائحہ شانزدہم۔ ذات من حیث ذات تمام اسماء و صفات و اتفاقات سے

معرفی ہو، لیکن اپنے ظہور و شہود میں ان سب سے متصف ہوتی جاتی ہو، اور جو ان
جوہر تجلیات میں کثرت پیدا ہوتی جاتی ہو، یہ اوصاف بھی بڑھتا جاتا ہو،

(۱۷) لائحہ ہفتدہم۔ یہ لائحہ بہت مفصل ہو، اس میں مراتب تعینات اور ذات

واحد کے غنائر مطلق پر دقیق پیرایہ میں گفتگو کی ہو، خاتمہ کے چند اشعار سننے کے قابل ہیں

(۱) دامن غنائ عشق پاک آمد پاک ز آلودگی وجود ماضی خاک

چون جلوہ گر و نظارہ گر جملہ خودست گرام و تو در میان نباشیم چہ باک

(۲) واجب ز وجود نیک بدستغنی ست واحد ز مراتب عدد مستغنی ست

در خود ہمہ را چو جادو ان می بیند از دیدن شان برون خود مستغنی

(۱۸) لائحہ ہنزدہم۔ ہر نوع حیوانی کے افراد کے تشخصات و تعینات کو اگر رفع

کر کے دیکھا جائے، تو تمام افراد کے لیے اسم مشترک اس نوع حیوانی کا نکلے گا، انواع

حیوانی کے میيزات کو اگر دور کیا جائے تو سب کے لیے اسم مشترک حیوان نکلے گا،

حیوانات جسم نامی کے دوسرے انواع کے تمیزات کو دور کر دیا جائے، تو جسم نامی باقی رہ جائیگا، جسم نامی و دیگر انواع جسم کے تمیزات کو الگ کر دیا جائے تو حقیقت جسم باقی رہ جائیگی، جسم و دیگر انواع جوہر کے تمیزات کو اگر رفع کر دیا جائے، تو جوہر باقی رہ جائیگا، جوہر و اعراض کے تمیزات کو اگر حذف کر دیا جائے، تو اسم مشترک ممکن ہو جائیگا، ممکن و واجب کے تمیزات کو بھی اگر حذف کر دیا جائے، تو سب سے آخرین وجود مطلق باقی رہ جائیگا، اور یہی تمام ذوات و صفات کا منتہی ہے،

تا چند حدیث جسم و الہاد و جہات تا کے سخن معدن و حیوان و نبات
یکذات فقط بود تحقق نہ ذوات این کثرت و ہی ز شیون ست و صفات

(۱۹) لایحہ نوز و ہم، یہ شیون و تجلیات جو ذوات واحدین مندرج ہیں اون کی وہ صورت نہیں ہوتی، جو کل میں جز کے، ظرف میں مضمون کے، اندراج کی ہوتی ہے، بلکہ وہ صورت ہوتی ہے، جو موصوف و ملزوم میں اندراج اوصاف و لوازم کی ہوتی ہے، مثلاً ایک کے ہند سے میں اس کے نصف، ثلث، ورع، و خمس وغیرہ کسرات الی غیر انہما کا شمول و اندراج ہے،

(۲۰) لایحہ بستم۔ وجود مطلق کی حقیقت بجائے خود بدستور اور غیر متغیر رہتی ہے، خواہ وہ اپنے ظہور کے لیے جو قالب اور شیون و اعتبارات کے جو مظاہر اختیار کرے، نور آفتاب سے پاک و ناپاک و دونوں منور ہوتے ہیں، آفتاب خود پاک یا ناپاک کچھ بھی نہیں ہوتا، (۲۱) لایحہ لبست و کلم۔ عام قاعدہ یہ ہے، کہ مطلق بغیر مقید کے نہیں رہتا، اور مقید مطلق بے مقید نہ باشد و مقید بے مطلق بغیر مطلق کے صورت نہیں اختیار کرتا لیکن مقید صورت نہ بند، انا مقید محتاج است محتاج ہوتا ہے مطلق کا، اور مطلق مستغنی ہے مقید سے

بہ مطلق، مطلق مستقی است از مقید پس پس لزوم واستلزام تو دونوں جانب سے ہے،
استلزام از طرفین مست و مقید از یک طرف، لیکن احتیاج صرفن مقید کی جانب سے ہے،

(۲۲) لایحہ بست و دوم، اس کا حاصل اس رباعی سے ظاہر ہو گا کہ

ہم سایہ و ہم نشین و ہمراہ ہمہ اوست در دل گدا و اطلس شہ ہمہ دست
در انجن فرق و نہان خانہ جمع باللہ ہمہ دست ختم باللہ ہمہ دست

(۲۳) لایحہ بست و سوم۔ لیکن اگرچہ حقیقت وجود تمام مظاہرین مشترک ہے،
پھر بھی مراتب شیون متفاوت ہیں بعضاً فوق بعض اور ہر مرتبہ کے لئے الگ الگ اسماء
وصفات و اعتبارات مخصوصہ ہیں، مرتبہ الوہیت و ربوبیت کے اعتبارات اور ہیں،
مرتبہ عبودیت و خلقت کے اور سب کو متحد کر دینا عین کفر و زندہ ہے۔

اے بردہ گمان کہ صاحب تحقیقی دانہ صفت صدق و یقین صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حلقے دارد گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

(۲۴) لایحہ بست و چہارم۔ موجود حقیقی، جس کے مراتب بشمار ہیں، جب اس پر
انتہائی بے قید می اور لائینی کے لحاظ سے نظر کی جائے تو اسے نہ کوئی عقل ادراک کر سکتی ہے
نہ کسی کشف کی رسائی اس تک ہو سکتی ہے، علم و عقل، کشف و عرفان سب اس مرتبہ آخری
کے ادراک سے عاجز ہیں، یہ

ہر چند کہ جان عارف آگاہ بود کے در حرم قدس تو اش راہ بود
دست ہمہ اہل کشف و ارباب شہود از دامن ادراک تو کو کوتاہ بود

(۲۵) لایحہ بست و پنجم حقیقت الحقائق (ذات الہی) فی حد ذاتہ واحد ہے، جس میں
شمار و عدد کا گزر نہیں، البتہ بہ لحاظ تجلیات کثیر و متعدد۔ عین وحدت کے لحاظ سے

اسے حق سے موسوم کرتے ہیں، اور بہ کا ظہور تعدد وہ خلق ہے، ظہور و بطون، اولیت و آخریت سب اسی کے نسبت و اعتبارات ہیں، اور بھی معنی ہیں آیہ کریمہ ہذا اول والاخر والظاہر والباطن کے،

(۲۶) لائحہ بست و ششم۔ اس میں شیخ ابن عربیؒ کے اس قول کی مفصل شرح بیان کی ہے، کہ عالم عبارت ہو ان اغراض سے جو عین و احدین، کہ حقیقت ہستی ہے، مجتمع ہو گئے ہیں اور انہیں ہر خطہ ہر آں تجد و تبدل ہوا کرتا ہے، جیسا آیہ کریمہ سے مترشح ہوتا ہے، بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ حَدِيدٍ،

(۲۷) لائحہ بست و ہفتم۔ جمال و حدت حقیقی کے حق میں عظیم ترین حجاب اور کثیف ترین نقاب اس کے یہی تقیدات و تعلینات ہیں، جن میں نظریں الجھ کر رہ جاتی ہیں، لوگ موجوں کے کھیل تماشہ میں کچھ ایسے محو ہو جاتے ہیں، کہ سمندر کی موجودگی کا احساس ہی جاتا رہتا ہے۔

بھرے ست وجود جاودان موج زمان زان بحر ندیدہ غیر موج اہل جہان
از باطن بحر موج بین گشتہ عیان بر ظاہر بحر بحر موج نہان
(۲۸) لائحہ بست و ہفتم حقیقت ہستی اپنے جمیع شیون و صفات نسبت و اعتبارات کے ساتھ ہر موجود کی حقیقت میں شامل و ساری ہے، شیخ محمود بسترؒ صاحب گلشن اراں اسی مسئلہ کو یوں بیان کرتے ہیں،

دل یک قطره را اگر بر شگافی بہ موج آید از صد بحر صافی
(۲۹) لائحہ بست و نہم۔ جو افعال مظاہر سے صادر ہوتے رہتے ہیں ادون کے صدور کا انتساب از روئے صورت ان مظاہر کی جانب صحیح ہے، لیکن نہ از روئے

حقیقت کہ نفس الامین سب کا انتساب صرف اسی ذات واحد کی جانب صحیح ہو سکتا ہے جیسا کہ کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے، واللہ خلقکم وما تعلمون،

(۳۰) لائحہ سی ام، ہر امر وجودی بجائے خود خیر محض ہے، جن افعال میں شر و نقصان کا پہلو نکلتا ہے، وہ ان افعال وجودی کا بجائے خود نتیجہ نہیں، بلکہ اس اعتبار سے ہے، کہ فلاں امر وجودی نے ایک دوسرے امر وجودی کو معدوم کر دیا،

”چون صفات و احوال و افعال کہ در نظر ظاہر است فی الحقیقہ مضاف بحق ظاہر در آن مظاہر است، پس اگر حیثاً و بعضیہ از آنہا شرے و نقصان واقع باشد، از جهت عدیت امرے دیگر تو اندلبد، زیر کہ وجود من حیث ہُو وجود خیر محض است و از ہر امر وجودی کہ شرے متوہم می شود، بہ واسطہ عدیت امر وجودی دیگر است نہ بہ واسطہ آن امر وجودی من حیث ہُو امر وجودی“

زید اگر بکر کو قتل کر دے، تو یہ واقعہ اپنے اثباتی یا ایجابی پہلو یعنی زید کی قوت و قابلیت قتل کے لحاظ سے مذموم نہیں، بلکہ اپنے عدمی و سلبی پہلو یعنی اس لحاظ سے مذموم ہے کہ اس کے باعث بکر کی حیات مرتبہ تکمیل تک نہ پہنچ سکی،

(۳۱) لائحہ سی و یکم۔ شیخ صدر الدین قونوی کے ایک قول کی شرح کی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ علم تابع ہر وجود کے۔ ہر حقیقت وجودی کے لئے ایک علم ہے، اور تفاوت حقائق وجود کے متناسب تفاوت علم بھی ہوتا رہتا ہے،

(۳۲) لائحہ سی و دوم، جس طرح حقیقت ہستی مطلق جمیع موجودات کی ذات میں شامل و مندرج ہے، اسی طرح اس کے صفات بھی جمیع صفات موجودات میں جاری و ساری ہیں،

(۳۳) لایچہ سی و سوم، اصل عبارت سننے کے قابل ہو،

”حقیقت ہستی ذات حق سبحانہ و تعالیٰ، شیون و نسب و اعتبارات آن

صفات او و اظہار او مرغوش را متلبسہ بھذہ النسب و الاعتبارات، فعل و تائید

فعل و تاثیر او تعینات ظاہرہ مرتبہ علی ہذا الاظہار آنا را،

(۳۴) لایچہ سی و چہارم۔ حضرت حق کی دو تجلیات ہیں، ایک علمی غیبی جس کو

مہوفیہ فیض اقدس سے موسوم کرتے ہیں، دوسرے شہادی وجودی، جس کا اصطلاحی

نام فیض مقدس ہو،

”و امن تجلی ثانی مترتب بر تجلی اول است و منظرست مرکمالاتے را کہ بہ تجلی اول

در قابلیات و استعدادات اعیان اندراج یافتہ بود“

مصنّف کی دُوسری کتابیں

فلسفہ جذبات

فلسفیات کے شعبہ نفسیات کو علمی حیثیت سے سب سے پہلے بہترین طریقہ سے مولوی عبدالماجد صاحب بی اے، ہی نے روشناس کیا، اس کتاب میں اسی علم کے شعبہ جذبات پر ادیبانہ طریقہ سے یہ کتاب لکھی گئی ہے، حیات انسانی کے مطالعہ کے لیے اس کا دیکھنا از بس ضروری ہے، قیمت

پیام امن

اسباب جنگ و تداویر امن پر عقل و نقل، فلسفہ و مذہب کی روشنی میں محققانہ بحث مشہور فرینچ فلسفی موسیو پال پرچرڈ کے خیالات کی ترجمانی، بہ اضافہ تبصرہ و حواشی و ضمیمہ جات قیمت

ثنوی بحر المحبت

شیخ مصحفی کی غیر مطبوع ثنوی بحر المحبت کو مولف نے بہ تصحیح، تفسیر و اضافہ اور عالمانہ مقدمہ و تبصرہ سے مالا مال کر کے دنیا کے اردو کے سامنے پہلی مرتبہ پیش کیا ہے، قیمت

”نیچر“

سلسلہ برکے

اس سلسلہ میں تین کتابیں داخل ہیں،

مکالمات برکے

برکے کے ”ڈائلگس“ کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکے نے اپنے خالص فلسفہ کی تشریح کی ہے، از مولوی عبدالماجد بی اے قیمت قسم اول پیر قسم دوم پیر،

برکے

اس مجموعہ میں برکے کے سوانح اسکی فلسفیانہ تصنیفات کی ناقدانہ تلخیص اور اس کے فلسفہ تصوریات کی تشریح و تنقید ہے، از پروفیسر عبدالباری ندوی قیمت پیر

مبادی علم انسانی

برکے کی سب سے معروف کتاب ”انسپلین ان ہیومن نالج“ کا ترجمہ، جس میں تاؤ کا ابطال ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ”ذہن سے باہر مادہ کا کوئی وجود نہیں“ از پروفیسر عبدالباری ندوی قیمت پیر
”نیجر“
”وارا لصفین - اعظم گڑھ“

